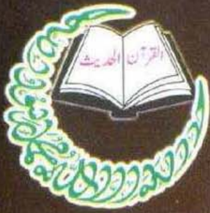
نضر اللہ امرأ سمع منا حدیثا فحفظه حتی یبلغه

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ



ماہنامہ الحدیث حضرو

شمارہ نمبر 92



مدیر:

حافظ زبیر علی زئی

صفر ۱۴۳۳ھ جنوری ۲۰۱۲ء

- عورتوں کا قبرستان پر جانا؟
- تکفیر و تضلیلِ ابن عربی اور شبہاتِ حنیف قریشی
- جبری طلاق واقع نہیں ہوتی
- کتاب سے استفادے کے اُصول
- اہلِ باطل کا رد





مکتبۃ الحدیث حضرو اٹک : پاکستان

اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کریں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ﴾

اور (مومنین) وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ (المومنون: ۴)

فقہ القرآن:

۱: اس آیت کریمہ میں مومن مسلمانوں کی تیسری نشانی یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

۲: زکوٰۃ سے مراد ہے کہ ہر سال مال نصاب میں سے چالیسواں حصہ نکال کر سورۃ التوبہ (کی آیت: ۶۰) میں مذکورہ آٹھ حصوں میں سے کسی بھی حصے پر اسے خرچ کیا جائے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اور کسی مال میں پورا سال گزرنے سے پہلے کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۴/۱۰۴، وسندہ صحیح)

اس بارے میں مرفوع روایات ضعیف ہیں (مثلاً دیکھئے انوار الصحیفہ: د۱۵۷۳) لیکن یہ صحیح اثر مرفوع حکماً ہے اور اجماع بھی اسی کا مؤید ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وَأَدُّوْا زَكٰوةَ أَمْوَالِكُمْ)) اور اپنے اموال کی زکوٰۃ دو۔

(سنن ترمذی: ۶۱۶ وقال: ''حسن صحیح'' وسندہ حسن وصححہ ابن حبان: ۷۹۵)

۳: حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے آیت مذکورہ میں فاعلون کا مفہوم: مؤدون (ادا کرنے والے) لکھا ہے۔ (دیکھئے زاد المسیر ۵/۴۶۰)

شیخ عبدالسلام الرستمی حفظہ اللہ نے فرمایا: اور زکوٰۃ سے مراد نفس پاک کرنے والے اعمال ہیں (یعنی تزکیۂ نفس) اور صدقات وزکوٰۃ سے مال پاک کرنے والے اعمال بھی اس میں داخل ہیں۔ ابن کثیر (رحمہ اللہ) نے فرمایا: مال میں زکوٰۃ تو مکہ میں فرض ہوئی اور اس کا نصاب اور مقداریں (تفصیلی احکام) مدینے میں مقرر ہوئے۔ (ترجمہ از پشتو تفسیر: احسن الکلام ج ۶ ص ۱۷۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مدیر



اللہ نزل احسن الحدیث

ماہنامہ الحدیث حضرو

نضر اللہ امرءاً سمع منا حدیثاً فحفظہ حتّی یبلغہ

جلد: 9 | صفر ۱۴۳۳ھ جنوری ۲۰۱۲ء | شمارہ: 1

قیمت

فی شمارہ : 25 روپے
سالانہ : 300 روپے
علاوہ محصول ڈاک

پاکستان: مع محصول ڈاک
400 روپے

خط کتابت

مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک

ناشر حافظ شیر محمد
0300-5288783

مقام اشاعت

مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک

برائے رابطہ
0302-5756937

اس شمارے میں

اضواء المصابیح

أضواء المصابيح في تحقيق مشكوة المصابيح

۲۹۸) و عن أبي هريرة ، أن رسول الله ﷺ أتى المقبرة فقال :

((**السلام عليكم دار قومٍ مؤمنين ، و إنا إن شاء الله بكم لاحقون ، و ددت أنا قد رأينا إخواننا .**)) قالوا : أولسنا إخوانك يا رسول الله ؟ قال : ((**أنتم أصحابي و إخواننا الذين لم يأتوا بعد .**)) فقالوا: كيف تعرف من لم يأت بعد من أمتك يا رسول الله ﷺ؟ فقال : ((**أرأيت لو أن رجلاً له خيل غر محجلة ، بين ظهري خيل دُهم بُهم ، ألا يعرف خيله ؟**)) قالوا : بلى ، يارسول الله ! قال : ((**فإنهم يأتون غرًا محجلين من الوضوء ، و أنا فرطهم علی الحوض.**)) رواه مسلم .

ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان تشریف لے گئے تو فرمایا: تم پر سلام ہو، اے مومن لوگوں کے گھر! اور ہم بھی ان شاء اللہ تمھارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے!

لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک (دنیا میں) نہیں آئے۔

لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ اپنے اُمتیوں کو کس طرح پہچانیں گے جو ابھی تک (دنیا میں) نہیں آئے؟ تو آپ نے فرمایا: تمھارا کیا خیال ہے، اگر ایک آدمی کے ایسے گھوڑے ہوں جن کی پیشانیاں اور پاؤں سفید ہوں اور وہ دوسرے لوگوں کے کالے سیاہ گھوڑوں میں کھڑے ہوں، تو کیا وہ اپنے گھوڑے پہچان نہیں لے گا؟

لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! وہ ضرور پہچان لے گا۔ تو آپ نے فرمایا: پس (میرے اُمتی)

وضو کی وجہ سے (قیامت کے دن) سفید اعضاء کے ساتھ آئیں گے اور میں ان سے پہلے حوضِ کوثر پر موجود ہوں گا۔

اسے مسلم (۳۹/ ۲۴۹) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: قبرستان میں اہلِ قبور کو السلام علیکم کہنا جائز ہے، بلکہ سنت ہے۔

۲: قبرستان میں جانا اور قبروں کی زیارت کرنا مسنون ہے۔

۳: رسول اللہ ﷺ نے بطورِ تواضع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد والے صحیح العقیدہ اُمتیوں مثلاً ثقہ وصدوق تابعین، تبع تابعین ومن بعدہم کو ہمارے بھائی (إخواننا) فرمایا، حالانکہ آپ کا اور اُمتیوں کا آپس میں تعلق صرف بھائیوں والا نہیں بلکہ نبی اور اُمتی، مطاع اور مطیع، امام اور مقتدی، نیز آقا اور غلام کا تعلق ہے اور خوش نصیب ہے وہ شخص جو آپ کو اپنا رسول، نبی، امام اعظم، مقتدا، واجب الاطاعت راہنما اور سب سے اعلیٰ محبوب سمجھتے ہوئے ایمان لائے اور ساری زندگی کتاب وسنت کی اطاعت کرتا رہے اور اس دعوت پر ڈٹا رہے اور ہر وقت ناموسِ رسالت پر اپنی جان و مال اور سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار رہے۔

۴: صحابۂ کرام کا یہ عقیدہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ عالم الغیب نہیں ہیں، ورنہ وہ یہ سوال کبھی نہ کرتے کہ آپ اپنے امتیوں کو کیسے پہچانیں گے؟

۵: شریعتِ اسلامیہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بعض اوقات مثالوں کے ذریعے سے مسئلہ سمجھانا بھی جائز ہے۔

۶: رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے غیب کی کئی خبروں کی اطلاع دی تھی اور آپ انھیں جانتے تھے، جیسا کہ آپ نے اپنے بعد اپنے اُمتیوں کے وجود کی خبر بیان فرما دی۔

۷: وضو کی وجہ سے اعضائے وضو (چار اندام) قیامت کے دن سفید چمک رہے ہوں گے۔

۸: حوضِ کوثر برحق ہے۔

۹: رسول اللہ ﷺ حوضِ کوثر پر فرشتوں کی معیت میں اپنے صحیح العقیدہ اُمتیوں کو حوضِ کوثر کا پانی پلائیں گے، جس کی وجہ سے وہ قیامت کی سختیوں اور پیاس سے محفوظ رہیں گے۔

ان شاء اللہ

۱۰: اس بات کا کوئی صحیح ثبوت نہیں کہ قبروں والے زائرین کا ''السلام علیکم'' سنتے ہیں، لہٰذا یہ دعائیہ کلمات ہیں جو کہ سنت سے ثابت ہیں۔ دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ چند مستثنیات کو چھوڑ کر مُردے دنیا والوں کی باتیں نہیں سنتے، لہٰذا مطلقاً سماعِ موتیٰ کا عقیدہ (کہ مُردے ہر وقت زائر کی آواز سنتے ہیں) صحیح نہیں ہے۔

۲۹۹) و عن أبي الدرداء قال قال رسول الله ﷺ : ((**أنا أول من يؤذن له بالسجود يوم القيامة ، و أنا أول من يؤذن له أن يرفع رأسه ، فأنظر إلى ما بين يدي ، فأعرف أمتي من بين الأمم ، و من خلفي مثل ذلك ، و عن يميني مثل ذلك ، و عن شمالي مثل ذلك .**)) فقال رجل : يا رسول الله ! كيف تعرف أمتك من بين الأمم فيما بين نوحٍ إلى أمتك ؟ قال : ((**هم غر محجلون من أثر الوضوء ، ليس أحد كذلك غيرهم ، و أعرفهم أنهم يُؤتَونَ كتبُهم بأيمانهم ، و أعرفهم تسعى بين أيديهم ذريتهم .**)) رواه أحمد .

ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن مجھے سب سے پہلے سجدے کی اجازت ملے گی اور مجھے سب سے پہلے سر اُٹھانے کی اجازت ملے گی، پھر میں اپنے سامنے دیکھوں گا تو دوسری اُمتوں میں اپنی اُمت کو پہچان لوں گا۔ میں اپنے پیچھے، دائیں طرف اور بائیں طرف اسی طرح (اپنی امت کو) دیکھوں گا۔ پھر ایک آدمی نے کہا: یارسول اللہ! آپ نوح (علیہ السلام) سے لے کر اپنی اُمت تک دوسری اُمتوں میں سے اپنی اُمت کو کیسے پہچان لیں گے؟

آپ نے فرمایا: وہ آثارِ وضو کی وجہ سے سفید روشن اعضائے وضو والے ہوں گے اور یہ بات

دوسری کسی امت کو حاصل نہیں اور میں انھیں اس وقت بھی پہچان لوں گا جب انھیں دائیں ہاتھوں میں نامۂ اعمال دیا جائے گا اور اس وقت بھی پہچان لوں گا جب ان کے سامنے ان کی اولاد آگے دوڑ رہی ہوگی۔

اسے احمد (۵/ ۱۹۹ ح ۲۲۰۸۰) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: صحیح

مسند احمد کی سند حسن لذاتہ ہے۔ ابن لہیعہ نے یہ روایت اختلاط سے پہلے بیان کی اور سماع کی تصریح کر دی ہے، نیز اس حدیث کے کئی شواہد بھی ہیں۔

فقہ الحدیث:

۱: اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب سیدنا محمد ﷺ کو غیب کی بہت سی خبریں بذریعۂ وحی بتا دیں اور آپ انھیں بخوبی جانتے تھے۔

۲: قیامت کے دن دوسری اُمتوں کے مقابلے میں اُمتِ محمدیہ والے مسلمان علیحدہ نظر آئیں گے اور بہت زیادہ ہوں گے۔

۳: جو بات معلوم ہو تو ضرورت کے وقت اُس کا اظہار کر دینا چاہئے۔

کتاب کا جواب

محمد قاسم نانوتوی دیوبندی نے عمار علی (شیعہ رافضی) کے جواب میں بطورِ تمہید لکھا ہے:

''کیونکہ کسی رسالہ یا کسی کتاب کے جواب کے یہ معنی ہیں کہ تمام استدلالات کو باطل کر دیجئے۔ جیسا کہ اس ہیچمدان نے بہ نسبت خط مولوی عمار علی صاحب کیا ہے چنانچہ انشاء اللہ واضح ہو جائے گا ورنہ ایک دو بات تو ہر کسی کی قابل گرفت ہوتی ہے۔ جناب من بشر ہوں اور بشر بھی سب سے کمتر، خدا نہیں رسول نہیں جو غلطی کا احتمال نہ ہو، بھول چوک سے انکار نہیں کیا جا سکتا، پر کتاب کی صحت اور اعتبار باعتبار اکثر کے ہوتی ہے۔'' (ہدیۃ الشیعہ ص ۹)



عورتوں کا قبرستان میں جانا؟

سوال کیا عورت قبرستان جا سکتی ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرما دیں۔ (محمد ذیشان سبحانی، سیالکوٹ)

الجواب عبداللہ بن ابی ملیکہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک دن عائشہ (رضی اللہ عنہا) قبرستان سے آئیں تو پوچھا گیا: اے ام المومنین! آپ کہاں سے آئی ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر (رضی اللہ عنہ) کی قبر سے آئی ہوں، تو پوچھا گیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت سے منع نہیں فرمایا تھا؟ انھوں نے جواب دیا: "نعم! کان نهی ثم أمر بزيارتها" جی ہاں! آپ نے منع فرمایا تھا، پھر (بعد میں) زیارت کا حکم دے دیا تھا۔ (المستدرک للحاکم ۱/۳۷۶ ح ۱۳۹۲، وسندہ صحیح، السنن الکبریٰ للبیہقی ۴/۷۸ ح ۶۹۹۹، سنن الاثرم وعنہ ابن عبدالبر فی التمہید ۳/۲۳۳)

اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہیں:

۱: قبروں کی زیارت سے ممانعت والا حکم منسوخ ہے۔

۲: عورتوں کے لئے اپنے قریبی رشتہ داروں کی قبروں پر (کبھی کبھار) جانا جائز وغیر ممنوع ہے۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كنتُ نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها))

میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، پس (اب) ان کی زیارت کیا کرو۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۴ ح ۹۷۷، ترقیم دارالسلام: ۲۲۶۰)

اس حدیث کے عموم میں عورتیں بھی شامل ہیں، لہٰذا ان کے لئے زیارت القبور جائز ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو کہ ایک قبر کے قریب (بیٹھی) رو رہی تھی تو آپ نے فرمایا: ((اتقي اللّٰه واصبري .)) تُو اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ (صحیح بخاری: ۱۲۵۲، صحیح مسلم: ۹۲۶، دار السلام: ۲۱۴۱)

اس حدیث سے بھی عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت کا جواز ثابت ہے اور دوسرے دلائل مثلاً سیدہ اُم عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث وغیرہ سے بھی یہی ظاہر ہے کہ عورتوں کے لئے اپنے قریبی رشتہ داروں کی قبروں کی زیارت کے لئے کبھی کبھار جانا منع نہیں ہے۔

اگر کوئی کہے کہ آپ نے رشتہ داروں اور کبھی کبھار کی شرطیں کیوں لگائی ہیں؟ تو اس کی وضاحت درج ذیل ہے:

۱: صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "زوّارات القبور" یعنی کثرت سے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں، پر لعنت فرمائی ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۰۵۶، وقال: "ھذا حدیث حسن صحیح" وسندہ حسن)

زوّارات مبالغے کا صیغہ ہے یعنی عورتوں کے لئے کثرت سے قبروں کی زیارت منع بلکہ حرام ہے۔

تنبیہ: ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "زائرات القبور" پر لعنت فرمائی ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۲۰ وقال: "حدیث حسن" سنن ابی داود: ۳۲۳۶، سنن النسائی: ۲۰۴۵)

اس روایت کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

اول: ابو صالح مولیٰ ام ہانی جمہور کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔

دوم: ابو صالح نے اس روایت کو اختلاط کے بعد بیان کیا تھا۔

لہٰذا اس روایت کو حسن قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

۲: سیدنا عبداللہ بن عمرو (بن العاص) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے، آپ نے ایک عورت کو دیکھا جو یہ نہیں سمجھتی تھی کہ آپ نے اسے پہچان لیا ہے، پھر جب آپ راستے کے درمیان پہنچے تو کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ وہ عورت

قریب آگئی، دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) تھیں۔ آپ نے انھیں فرمایا: اے فاطمہ! اپنے گھر سے کیوں باہر آئی ہو؟ انھوں نے جواب دیا: میں اس میت والوں کے گھر گئی تھی، تاکہ تعزیت کروں اور مغفرت کی دعا کروں۔ آپ نے فرمایا: شاید تُو اُن کے ساتھ کُدیٰ (قبرستان) تک بھی گئی ہے؟ انھوں (سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا) نے جواب دیا: میں اللہ کی پناہ چاہتی ہوں کہ وہاں (قبرستان تک) گئی ہوں اور میں نے آپ کو اس کے بارے میں (منع کرتے ہوئے) سنا ہے۔ الخ (سنن ابی داود: ۳۱۲۳ وسکت علیہ، سنن النسائی: ۱۸۸۱، واللفظ لہ و قال النسائی: ''ربیعة ضعیف'' قلت: بل و ثقه الجمهور فهو حسن الحدیث والسند حسن)

اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے اور ربیعہ بن سیف المعافری کو جمہور محدثین نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے، لہٰذا امام نسائی کا انھیں ضعیف قرار دینا جمہور کی توثیق کے بعد مضر نہیں ہے۔

اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ عورتوں کے لئے اپنے قریبی رشتہ داروں کے علاوہ غیر لوگوں کی قبروں کی زیارت جائز نہیں ہے۔

ان روایات کے بعد آخر میں، عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت کے بارے میں خلاصۃ التحقیق درج ذیل ہے:

۱: عورتوں کے لئے اپنے قریبی رشتہ داروں مثلاً بھائی، بیٹا اور شوہر وغیرہ کی قبروں پر کبھی کبھار جانا جائز ہے۔

۲: غیر لوگوں کی قبروں پر عورتوں کا جانا حرام ہے۔

۳: جو عورتیں ''بابوں'' مزاروں، درباروں اور پیروں کی قبروں پر جاتی ہیں، یہ جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

۴: عورتوں کا کثرت سے قبروں کی زیارت کرنا حرام ہے۔

۵: قبروں کی زیارت کے لئے جانے کے کئی مقاصد ہیں، مثلاً:

اول: مُردوں کے لئے دعائے مغفرت ورحمت کی جائے۔

دوم: موت اور آخرت کو یاد کیا جائے۔

۶: قبروں پر جا کر قبر والوں سے دعائیں و مُرادیں مانگنا، اپنی حاجات میں انھیں پکارنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا، نیز صفاتِ الٰہیہ مختصہ بذاتِ باری تعالیٰ کو اموات کے ساتھ منسوب کرنا کفر، شرک اور ظلمِ عظیم ہے۔ (۲۱/ستمبر ۲۰۱۱ء جامعۃ الامام البخاری، سرگودھا)

مکان کی خریداری اور قرضہ؟

سوال ایک آدمی جس کے پاس دو لاکھ روپیہ ہے۔ اُس نے ایک مکان خریدنا ہے۔ جس مکان کو خریدنا ہے اس کی مارکیٹ ویلیو دس لاکھ روپیہ ہے۔ وہ آدمی آٹھ لاکھ روپیہ میزان بینک سے قرض لیتا ہے۔ اس دس لاکھ سے مکان خرید لیا جاتا ہے۔ میزان بینک کی شراکت زیادہ ہے اس لیے بینک کے نام مکان ہو جاتا ہے۔ ضرورت مند آدمی بینک سے آٹھ لاکھ کی قسطیں کر لیتا ہے۔ جب قسطیں ادا کرتے کرتے اس آدمی کا حصّہ پچاس فیصد سے بڑھ جاتا ہے تو مکان اس آدمی کے نام ہو جاتا ہے۔ بقیہ قسطیں اختتام تک جاری رہتی ہیں۔ یہ آدمی پہلے سے ایک کرایے کے مکان میں رہ رہا ہوتا ہے، جب اس کا معاملہ بینک سے ہوتا ہے تو یہ خریدے گئے مکان میں بطورِ کرایہ دار کے منتقل ہو جاتا ہے۔ اب یہ بینک کو اپنی قسط بھی ادا کر رہا ہے اور ساتھ ہی کرایہ بھی دے رہا ہے۔ جونہی اس کی اقساط مکمل ہوتی ہیں کرایہ خود بخود ختم ہو جاتا ہے، کیا اِس طرح سے یہ ڈیل جائز ہے یا کہ نہیں؟ اگر وہ خود اِس مکان میں نہیں رہتا تو اسے کہیں نہ کہیں رہ کر کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے، دوسرا یہ کہ بینک والے بھی دوسرے کو کرایہ پر مکان دے دیتے ہیں، جب تک کہ وہ بندہ آٹھ لاکھ بینک کو واپس نہیں کر دیتا۔ چوں کہ اس بندے کا دو لاکھ کا سرمایہ اس مکان میں لگا ہوا ہے اس کو اس کا حصّہ ملتا ہے جو کہ اقساط میں ضم کر لیا جاتا ہے۔ براہ مہربانی ضرور رہنمائی فرمائیں۔ والسلام (اعجاز احمد گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ)

الجواب اس میں یہ شک ہے کہ قرضے کی وجہ سے نفع حاصل کیا گیا ہے، لہٰذا یہ کاروبار مشکوک ہے اور اس سے اجتناب ضروری ہے۔ واللہ اعلم (۴/اپریل ۲۰۱۱ء)

ابو عبداللہ شعیب محمد

تکفیر و تضلیل ابن عربی اور شبہات حنیف قریشی

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے وحدت الوجود سے متعلق پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں وحدت الوجود کے بانی مشہور صوفی ابن عربی المعروف ''شیخ اکبر'' پر بھی کلام کیا تھا اور اس کے کفریہ عقائد و نظریات اور علمائے کرام کا اس کی شدید تضلیل و تکفیر کرنے پر ثبوت پیش کئے تھے۔ نیز جن علماء نے ابن عربی کی تعریف کر رکھی ہے یا اسے القابات سے نواز رکھا ہے ان کے بارے میں لکھا تھا کہ ''اُن کے دو گروہ ہیں:

اول: جنھیں (حقیقی معنوں میں۔ راقم) ابن عربی کے بارے میں علم ہی نہیں ہے۔ (یعنی غلط فہمی کا شکار یا محض کچھ پہلے علماء کی تعریف دیکھ کر تعریف کرنے والے۔ راقم)

دوم: جنھیں ابن عربی کے بارے میں علم ہے۔ ان کے تین گروہ ہیں:

اول: جو ابن عربی کی کتابوں اور اس کی طرف منسوب کفریہ عبارات کا یہ کہہ کر انکار کر دیتے ہیں کہ یہ ابن عربی سے ثابت ہی نہیں ہیں۔

دوم: جو تاویلات کے ذریعے سے کفریہ عبارات کو مشرف بہ اسلام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سوم: جو ان عبارات سے کلیتاً متفق ہیں۔ اس تیسرے گروہ اور ابن عربی کا ایک ہی حکم ہے اور پہلے دو گروہ اگر بذاتِ خود صحیح العقیدہ ہیں تو جہالت کی وجہ سے لاعلم ہیں۔''

(الحدیث: ۴۹ ص ۲۳۔۲۴، علمی مقالات ج ۲ ص ۴۷۱۔۴۷۲)

اپنے ایک اور مضمون میں شیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے لکھا: ''(ایک دیوبندی نے۔ راقم) ابن عربی کی تعریف میں کچھ علماء کی عبارات نقل کر دی ہیں جو چار وجہ سے مردود ہیں:

اول: یہ علماء ابن عربی سے صحیح طور پر واقف نہیں ہیں۔ دیکھئے الحدیث: ۴۹ ص ۲۴

دوم: یہ علماء ابن عربی کی کتابوں سے صحیح طور پر واقف نہیں ہیں۔

سوم: ان علماء کی تاویلات ان سے بڑے اور جمہور علماء کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔ مثلاً امام بلقینی، العز بن عبدالسلام، ابوحیان الاندلسی، ابن کثیر، ابن تیمیہ، ابن حجر العسقلانی اور محدث بقاعی وغیرہم نے ابن عربی پر شدید جرح کر رکھی ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۴۹ ص ۲۱۔۲۳

چہارم: فصوص الحکم اور الفتوحات المکیہ میں ابن عربی کی عبارات سے ان تاویلات کا باطل ہونا صاف ظاہر ہے۔" (علمی مقالات ج ۲ ص ۴۷۹)

اس واضح اصولی موقف کے پیش کئے جانے کے باوجود بریلوی فرقہ کے مناظر "مفتی" حنیف قریشی نے اپنے "شیخ اکبر" ابن عربی کے بارے میں بعض پچھلے اہل حدیث علماء کے تعریفی و دعائیہ کلمات اور القابات پیش کر کے لکھا: "اور انہیں یاقوت احمر، راہ ہدایت کے داعی و مبلغ، مقرب بارگاہ الٰہی، ربانی حکماء انبیاء کے خلفاء، حجۃ اللہ الظاہرۃ، من صفوۃ عباد اللہ، قدس سرہ العزیز جیسے القابات دینے اور انہیں قابل عزت کہنے والے اکابرین جماعت اہل حدیث کے خلاف مبارک "تکفیر" کب منصۂ شہود پر آئے گا؟ اور زبیر علی زئی صاحب اہل حدیث کے مناظر ہیں اور وہ اس اصول سے یقیناً بے خبر نہیں ہوں گے کہ ایک کافر د مشرک کی کفریہ شرکیہ عقیدہ میں تائید کرنے والا، اسے کلمات تحسین سے نوازنے والا، اس کو رحمۃ اللہ علیہ، قدس سرہ العزیز جیسے دعائیہ کلمات سے نوازنے والا... آخر کس زمرہ میں آتا ہے؟ جناب زبیر علی زئی صاحب مجھے آپ کے مبارک فیصلہ کا انتظار رہے گا۔"

(روئیداد مناظرہ، گستاخ کون؟ ص ۴۸۹)

رضا خانی مناظر کے ان شبہات کا جواب شیخ محترم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے اصولی موقف میں ہی موجود ہے جو انہوں نے ابن عربی کی تعریف کرنے والے علماء کے بارے میں پیش کر رکھا ہے۔

مگر چونکہ بریلوی مناظر شاید یہ اصولی بات سمجھنے کی استطاعت نہیں رکھتے اس لئے ذیل میں خود بریلوی فرقہ کی جانب سے گمراہ، بدمذہب و کافر قرار دیئے گئے حضرات کے

لئے تعریفی و دعائیہ کلمات والقابات بریلویوں کی ہی مستند کتب سے پیش خدمت ہیں تاکہ ابن عربی کی وکالت کرتے ہوئے بہتر دماغی توازن کے ساتھ دوسروں پر الزام قائم کرسکیں:

۱) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد رشید امام ابن قیم رحمہ اللہ کے متعلق بریلوی ''اعلیٰ حضرت'' احمد رضا خان بریلوی نے بدمذہب اور گمراہ کا فتویٰ جاری کر رکھا ہے۔ (دیکھئے فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۵۴۳)

اسی طرح خود بریلوی مناظر حنیف قریشی نے امام ابن تیمیہ کی طرف کئی ایک گمراہیاں اور کفریات منسوب کرنے کے بعد بطور دلیل و حجت ایک عبارت پیش کی جس میں موجود ہے کہ ''اس مجلس قضاء نے متفقہ فیصلہ دیا کہ ابن تیمیہ کافر ہے۔''

(روئیداد مناظرہ، گستاخ کون؟ ص ۴۹۵)

ملا علی قاری کو ''مشہور محدث .... رحمۃ اللہ علیہ'' قرار دیتے ہوئے حنیف قریشی بریلوی نے ان کی کتاب کے حوالے سے بھی لکھا: ''ابن تیمیہ اور ابن قیم، اللہ عزوجل کے لئے جہت اور جسم ثابت کرنے والے ہیں۔'' (روئیداد مناظرہ، گستاخ کون؟ ص ۵۰۵)

ا۔ مگر بریلویوں کے نزدیک ''گمراہ ابن قیم اور بدمذہب و کافر ابن تیمیہ'' اور ان کی طرف منسوب تمام گمراہیوں و کفریات کے باوجود ملا علی قاری حنفی نے ابن تیمیہ و ابن قیم کے بارے میں لکھا: ''(ترجمہ) وہ دونوں (ابن تیمیہ و ابن القیم) اہل سنت والجماعت کے اکابر میں سے اور اس اُمت کے اولیاء میں سے تھے۔'' (جمع الوسائل فی شرح الشمائل ج ۱ ص ۲۰۷)

۲۔ اپنے علامہ شامی کے حوالے سے بھی حنیف قریشی نے امام ابن تیمیہ پر نبی ﷺ کی بے ادبی و توہین سمیت شدید جرح نقل کر رکھی ہے۔ (دیکھئے روئیداد مناظرہ... ص ۵۱۰)

اسی حنفی فقیہ ابن عابدین شامی نے امام ابن تیمیہ کو ''شیخ الاسلام'' قرار دے رکھا ہے۔ (دیکھئے ردالمحتار علی الدر المختار ج ۳ ص ۳۰۵ طبع مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ابن عابدین شامی کے بارے میں بریلوی ''اعلیٰ حضرت'' نے کہا:

''خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی'' (فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۱۱۱)

''فاضل سید محمد امین ابن عابدین شامی رحمہ اللہ...'' (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ص ۳۹۱)

اپنے ''خاتم المحققین'' کی امام ابن تیمیہ کو ''شیخ الاسلام'' قرار دیتی کتاب 'رد المحتار' کے بارے میں احمد رضا خان بریلوی نے لکھا: ''علامہ سید موصوف جن کی کتاب ممدوح آج تمام عالم میں مذہب حنفی کے اعلیٰ درجہ معتمد سے ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ص ۱۴۵)

۳۔ حنیف قریشی نے علامہ سیوطی سے بھی امام ابن تیمیہ کی تضلیل کی حکایت کا قول بطور دلیل پیش کیا۔ (دیکھئے روئیداد مناظرہ ص ۵۰۹)

مگر علامہ سیوطی نے امام ابن تیمیہ کی زبردست تعریف وتوصیف کرتے ہوئے کہا:

''ابن تیمیة الشیخ الامام العلامة الحافظ الناقد الفقیه المجتهدالبارع، شیخ الاسلام...'' (طبقات الحفاظ للسیوطی ص ۵۲۰)

امام ابن تیمیہ کی زبردست تعریف کرنے والے علامہ سیوطی کے بارے میں احمد رضا بریلوی نے لکھا: ''خاتم حفاظ الحدیث امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ العزیز''

(فتاویٰ رضویہ ج ۵ص ۴۹۳)

۴۔ بریلویوں کے مشہور پیر مہر علی شاہ گولڑوی کو بھی امام ابن تیمیہ وامام ابن قیم کے بارے میں کہنا پڑا: ''ان کے متبحر عالم اور خادم اسلام ہونے میں کلام نہیں۔'' (مہر منیر ص ۱۴۲)

نیز بریلوی پیر نصیر الدین نصیر گولڑوی نے لکھا:

''امام ابن تیمیہ کے ساتھ اختلاف کے باوجود بھی میرے جد اعلیٰ حضرت گولڑوی علیہ الرحمۃ نے اُن کے لئے دعائیہ الفاظ غفر اللہ لہ اور اُن کے نام کے ساتھ شیخ کا لفظ تحریر فرمایا۔''

(لطمۃ الغیب علیٰ ازالۃ الریب ص ۲۸۴)

۵۔ بریلویوں کے شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری کے خلیفہ صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی نے لکھا:

''امام السنۃ ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ...'' (توحید ص ۱۶۴)

۶۔ بریلویوں کے ''محسن اہلسنت'' عبدالحکیم شرف قادری نے لکھا:

''ابن قیم جوزی علیہ الرحمۃ'' (عظمتوں کے پاسباں ص ۳۵۵)

۲) احمد رضا خان بریلوی نے شاہ اسماعیل دہلوی کے متعلق لکھا:

''بیشک علمائے اہل سنت نے اس کے کلام میں بکثرت کلماتِ کفریہ ثابت کیے اور شائع فرمائے'' (تمہید الایمان مع حسام الحرمین ص ۱۵ طبع اکبر بک سیلرز لاہور)

ایک دوسری جگہ شاہ اسماعیل دہلوی کے متعلق بریلوی ''اعلیٰ حضرت'' نے تصریح کی:

''اور علمائے عرب وعجم نے اس کے ضلال بلکہ علمائے حرمین طیبین نے اس کے کفر پر فتویٰ دیا'' (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۱۹۸)

اسی طرح بریلویوں کے زبردست ممدوح ''مولوی'' فضل حق خیرآبادی نے تقویۃ الایمان کی ایک عبارت کو مسئلہ امکان نظیر سے متعلق پیش کر کے ''تخفیف شان'' قرار دیا۔

(دیکھئے تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ، ترجمہ بنام 'شفاعت مصطفیٰ' از عبدالحکیم شرف قادری ص ۱۸۶)

نیز ''کذبِ الٰہی کو مستلزم'' قرار دیا۔ (دیکھئے ایضاً ص ۱۵۶)

پھر بریلوی ممدوح ''مولوی'' فضل حق خیرآبادی نے تقویۃ الایمان کی عبارات کو گستاخانہ قرار دیتے ہوئے فتویٰ دیا:

''اس بیہودہ کلام کا قائل از روئے شریعت کافر اور بے دین ہے اور ہرگز مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے جو شخص اس کے کفر میں شک وتردد لائے یا اس استخفاف کو معمولی جانے کافر و بے دین اور نا مسلمان ولعین ہے''

(تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ، ترجمہ بنام 'شفاعت مصطفیٰ' از عبدالحکیم شرف قادری ص ۲۴۷)

بریلویوں کے ''ماہر رضویات'' پروفیسر مسعود احمد نے تسلیم کر رکھا ہے کہ مولوی فضل حق خیرآبادی نے اپنی اس کتاب میں مسئلہ شفاعت، امکان کذب اور امتناع نظیر کے مسائل پر مدلل بحث فرمائی اور پھر تقویۃ الایمان کی بعض گستاخانہ عبارات پر مندرجہ بالا فتویٰ دیا۔

(دیکھئے علامہ فضل حق خیرآبادی از پروفیسر مسعود احمد ص ۹)

حنیف قریشی بریلوی کے معاون مناظر امتیاز حسین کاظمی نے بھی تقویۃ الایمان کی مسئلہ امکان نظیر سے متعلق پیش کی جانے والی متنازعہ عبارت کو گستاخی بنا کر پیش کرتے

ہوئے ''بدتراز بول'' قرار دے رکھا ہے۔ (دیکھئے روئیداد مناظرہ... ص ۱۸۵)

۱۔ شاہ اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان و مسئلہ امکان نظیر کے متعلق بریلویوں کے ان مستند و معتمد شدید تکفیری و تضلیلی فتویٰ جات کے بعد عرض ہے کہ انہیں بریلویوں کے پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے لکھا ہے:

''اس مقام پر امکان یا امتناع نظیر آنحضرت ﷺ کے متعلق اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنا مقصود ہے نہ تصویب یا تغلیط کسی کی فریقین اسماعیلیہ و خیرآبادیہ میں سے شکر اللہ تعالیٰ سعیہم۔ راقم سطور دونوں کو ماجور و مثاب جانتا ہے'' (فتاویٰ مہریہ ص ۱۱)

اسماعیل دہلوی و فضل حق خیرآبادی، دونوں گروہوں کے لئے اللہ سے جزا کی امید رکھنے والے اور دونوں کو ماجور و مثاب ماننے والے بریلوی پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے بارے میں حنیف قریشی نے لکھا: ''حضرت قبلہ پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ''

(روئیداد مناظرہ، گستاخ کون؟ ص ۴۸۶)

۲۔ شاہ اسماعیل دہلوی کے بارے میں بریلوی ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد نے لکھا:

''مولینا اسمٰعیل مرحوم'' (فتاویٰ مظہریہ ص ۳۵۰)

''مولینا اسمٰعیل'' (فتاویٰ مظہریہ ص ۳۵۰)

''مولانا اسمٰعیل'' (فتاویٰ مظہریہ ص ۳۵۲)

تنبیہ: پروفیسر مسعود احمد نے سید احمد بریلوی کے بارے میں بھی ''مولانا سید احمد'' لکھ رکھا ہے۔ (دیکھئے فتاویٰ مظہریہ ص ۳۵۰، ۳۵۲)

بریلوی محقق عبدالحکیم شرف قادری نے اپنے اس ''ماہر رضویات'' کو یوں خراج تحسین پیش کر رکھا ہے: ''ہماری خوش قسمتی یہ ہے کہ ہمیں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ کی سرپرستی حاصل ہے۔ آج پوری دنیا کے علمی حلقوں میں امام احمد رضا بریلوی کا جو تعارف ہے اس میں پروفیسر صاحب کا سب سے زیادہ حصہ ہے اور وہ اس موضوع پر سند کا درجہ رکھتے ہیں۔''

(فتاویٰ رضویہ، کلمات آغاز ج ۱ ص ۲۷)

بریلویوں کے علامہ سبحان رضا خان قادری (سجادہ نشین خانقاہ رضویہ، بریلی بھارت) نے لکھا ہے:

''فدائے اعلیٰ حضرت، محبّ خانوادۂ رضویہ، مجمع البرکات، ماہر رضویات، حضرت علامہ الحاج الشاہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نقشبندی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ''

(یادوں کے چراغ ص ۱۳۶ طبع ادارہ مسعودیہ، کراچی)

۳۔ بریلویوں کے ترجمانِ حقیقت صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی نے شاہ ولی اللہ دہلوی کی مجددیت کا تذکرہ کرتے ہوئے سید احمد بریلوی اور شاہ اسمٰعیل دہلوی کے متعلق لکھا:

''اور سید صاحب شہیدؒ اور اسمٰعیل شہیدؒ ان کے مجددیت کے مُتَمّم ہوئے۔'' (توحید ص ۱۷۵)

صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی، بریلویوں کے آفتاب ولایت میاں شیر محمد شرقپوری کے خلیفہ تھے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے تذکرہ حضرت شیر ربانی شرقپوری اور انکے خلفاء ص ۴۴۴ تا ۴۸۶)

نیز عبدالحکیم شرف قادری کے شاگرد محمد یٰسین نقشبندی نے اپنے آستانہ شرقپور سے توثیق شدہ اس کتاب میں لکھا ہے:

''خاندانی عظمت اور حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر کرم سے حضرت صاحبزادہ علامہ محمد عمر بیربلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ولایت کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔''

(تذکرہ حضرت شیر ربانی شرقپوری اور انکے خلفاء ص ۴۸۶)

عبدالحکیم شرف قادری بریلوی نے ان کے بارے میں لکھا: ''حضرت مولانا صاحبزادہ محمد عمر (بیربل شریف)....سجادہ نشین اور جید فاضل تھے۔'' (تذکرہ اکابر اہلسنت ص ۳۵۸)

۴) رشید احمد گنگوہی کو دیوبندی حضرات اپنے اکابر میں شمار کرتے ہیں، وہ بریلوی ''اعلیٰ حضرت'' احمد رضا خان کے نزدیک ایسے کافر مرتد ہیں کہ جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر قرار پاتا ہے۔ (دیکھئے فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۲۴۲)

ا۔ مگر بریلویوں کے ماہر رضویات اور اس موضوع پر سند کا درجہ رکھنے والے پروفیسر مسعود احمد نے لکھا: ''حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی'' (تذکرۂ مظہر مسعود ص ۴۴۹)

''حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی جیسا متبحر عالم'' (فتاویٰ مظہر یہ ص ۳۴۹)

''مولانا گنگوہیؒ '' (فتاویٰ مظہر یہ ص ۳۵۶)

''مولانا گنگوہیؒ '' (فتاویٰ مظہر یہ ص ۳۵۷)

۴) اکابر دیوبند میں سے قاسم نانوتوی بھی ان حضرات میں شامل ہیں جنھیں بریلوی ''اعلیٰ حضرت'' کی جانب سے کافر ہونے بلکہ ''جو ان کو کافر نہ جانے ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی بلاشبہ کافر'' کا سرٹیفکیٹ جاری کیا گیا ہے۔ (دیکھئے فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۵۸۹)

ا۔ بریلویوں کے فخر اہل سنت نور بخش توکلی نے اپنے مخدومنا توکل شاہ (انبالوی) کا خواب نقل کرتے ہوئے لکھا: ''حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جارہے ہیں۔ میں اور مولانا محمد قاسم دیوبندی دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے دوڑے کہ جلد حضور تک پہنچیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب تو وہاں اپنا قدم رکھتے تھے جہاں حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان ہوتا تھا'' (تذکرہ مشائخ نقشبند ص ۵۲۷)

بریلوی شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی نے شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف منسوب کرتے ہوئے تسلیم کر رکھا ہے کہ ''ہر ولی کے قدم نبی کے قدم پر ہوتے ہیں''

(تحقیق الاکابر فی قدم الشیخ عبدالقادر ص ۲۱)

قاسم نانوتوی کو ولی ثابت کرنے والا ذکر لکھنے والے نور بخش توکلی کو عبدالحکیم شرف قادری نے بریلوی اکابر میں ذکر کرتے ہوئے کہا: ''فخر اہل سنت حضرت مولانا علامہ محمد نور بخش توکلی قدس سرہ'' (تذکرہ اکابر اہل سنت ص ۵۵۹)

۲۔ اسی طرح عبدالحکیم شرف قادری نے فقیر محمد جہلمی کو اپنے اکابر میں شمار کرتے ہوئے لکھا: ''فاضل جلیل مولانا فقیر محمد جہلمی رحمہ اللہ تعالیٰ (مؤلف حدائق الحنفیہ)''

(تذکرہ اکابر اہلسنت ص ۳۹۱)

بریلویوں کے اس تسلیم شدہ فاضل جلیل فقیر محمد جہلمی نے قاسم نانوتوی کی بھرپور تعریف کرتے ہوئے کہا: ''علامہ عصر، فہامہ دہر، فاضل متبحر، مناظر، مباحث، حسن التقریر، ذہین،

معقولات کے گویا پتلے تھے۔'' (حدائق الحنفیہ ص ۵۰۹)

۴۔ بریلویوں کے فدائے ''اعلیٰ حضرت'' پروفیسر مسعود احمد نے لکھا:

''بانی مدرسہ دیو بند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی'' (تذکرہ مظہر مسعود ص ۴۴۹)

۵) دیو بندیوں کے ''حکیم الامت'' اشرف علی تھانوی بھی ان میں سے ایک ہیں جو بریلوی ''اعلیٰ حضرت'' احمد رضا خان کے نزدیک ایسے کافر مرتد ہیں کہ جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (دیکھئے فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۲۴۲)

ا۔ بریلویوں کے ''استاذ العلماء مفتی'' فیض احمد گولڑوی نے لکھا: ''مولوی اشرف علی صاحب تھانوی جو ہر مسئلہ کو خالص شرعی نقطہ نظر سے دیکھنے کے عادی تھے۔'' (مہر منیر ص ۲۶۸)

بریلوی ''استاذ العلماء مفتی'' فیض احمد گولڑوی نے ''بلند پایہ علماء'' کے ضمن میں بھی اشرف علی تھانوی دیو بندی اور انور شاہ کشمیری دیو بندی کو پیش کر رکھا ہے۔ (دیکھئے مہر منیر ص ۲۵۰)

بریلویوں کے غزالی زماں احمد سعید کاظمی نے ''مفتی'' فیض احمد گولڑوی کو اپنے جامعہ انوار العلوم ملتان کی اعزازی سند عطا کر رکھی ہے۔ (دیکھئے مہر منیر تعارف مؤلف)

بریلویوں کے ''ضیغم اہلسنت ورئیس التحریر'' حسن علی رضوی نے لکھا: ''استاذ العلماء و مولانا فیض احمد آستانہ عالیہ گولڑہ شریف'' (ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، جولائی ۲۰۱۰ء ص ۱۰)

بریلوی مناظر ''مفتی'' حنیف قریشی نے لکھ رکھا ہے: ''حضرت قبلہ سید غلام محی الدین قبلہ بابو جی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ'' (روئیداد مناظرہ، گستاخ کون؟ ص ۴۸۶)

دیو بندی اکابر کی مدح و تعریف کرتی یہ کتاب 'مہر منیر' فیض احمد گولڑوی نے حنیف قریشی کے انھیں 'بابو جی' کے ''حسب ارشاد'' تالیف کر رکھی ہے۔ (دیکھئے مہر منیر تعارف مؤلف)

نیز اس کتاب کے متعلق غلام محی الدین گولڑوی المعروف بابو جی نے فیض احمد گولڑوی سے کہا: ''مولوی صاحب آپ نے اس کتاب پر بڑی محنت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔'' (تصفیہ مابین سنی و شیعہ ص الف)

۲۔ رضا خانی ''مسعود ملت'' پروفیسر مسعود احمد نے لکھا: ''شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ اور مولانا

اشرف علی تھانویؒ " (تذکرہ مظہر مسعود ص ۴۵۰)

۶) دیگر دیوبندی علماء واکابر کے حوالے سے بھی عرض ہے کہ کوکب نورانی اوکاڑوی سمیت کئی بریلوی علماء کے پیرو مرشد اسماعیل شاہ بخاری المعروف بریلویوں کے "حضرت کرمانوالہ" جنھیں عبدالحکیم شرف قادری نے اپنے اکابر میں بھی شمار کر رکھا ہے (دیکھئے تذکرہ اکابر اہلسنت ص ۴۲۹) کے حالات وواقعات پر ان سے چالیس سال فیض حاصل کرنے والے مرید خاص "مولوی" محمد اکرام نے کتاب 'معدن کرم' لکھ رکھی ہے۔

۱۔ اس کتاب میں "مولوی" محمد اکرام نے لکھا:

"ایک مرتبہ حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ حکیم صاحب اور ایک ساتھی کے ہمراہ حضرت میاں صاحبؒ کے حکم کے مطابق دیوبند گئے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔" (معدن کرم ص ۱۳۷)

مندرجہ بالا حوالے میں "میاں صاحب" سے مراد بریلویوں کے شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری ہیں۔

۲۔ اپنے "حضرت کرمانوالہ" کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے "مولوی" محمد اکرام نے لکھا:

"تقریباً بیس سال کی عمر میں اعلیٰ دینی علوم کے حصول کی طرف متوجہ ہوئے۔ سہارنپور میں مدرسہ مظاہر العلوم ان دنوں تشنگان علم دین کے لیے ایک چشمہ فیض تھا..... مدرسہ مظاہر العلوم میں ان دنوں مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس تھے۔" (معدن کرم ص ۱۶۰)

۳۔ بریلوی پیر اسماعیل شاہ بخاری کے مرید خاص "مولوی" محمد اکرام نے دیوبندی تبلیغی جماعت کے "شیخ الحدیث" محمد زکریا سہارنپوری کے متعلق بھی لکھا: "مولانا الحافظ المحدث محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور" (معدن کرم ص ۲۱۵)

اس کتاب 'معدن کرم' کو بریلویوں کے "حضرت کرمانوالہ" کے پوتے اور بریلوی پیر صمصام علی شاہ بخاری کی تائید بھی حاصل ہے کہ مسودے کا بغور مطالعہ فرما کر اصلاح کر رکھی ہے۔ (دیکھئے معدن کرم مقدمہ قبل ص ۱)

تنبیہ: یہ حوالہ جات 'معدن کرم' کے پرانے ایڈیشن (مطبوعہ ۱۴/ ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ) سے دیے گئے ہیں۔ نئے ایڈیشن میں بریلوی فنکاروں نے ان حوالہ جات کو زبردست تحریف کا شاہکار بنا دیا ہے۔

۴۔ بریلوی ''ماہر رضویات'' پروفیسر مسعود احمد نے لکھا: ''مفتی محمد کفایت اللہ مرحوم کا شمار ہندوستان کے مشہور علماء و فقہاء میں ہوتا تھا۔ موصوف دیو بندی مسلک فکر سے تعلق رکھتے تھے، مگر تشدد و تعصب سے کوسوں دور....'' (تذکرۂ مظہر مسعود ص ۴۶۱)

اپنے والد مظہر اللہ دہلوی اور مفتی کفایت اللہ دیو بندی کے باہمی واقعہ کو بیان کر کے کہا:

''دونوں جلیل القدر علماء (رحمہما اللہ تعالیٰ)'' (تذکرۂ مظہر مسعود ص ۲۳۸)

مشہور دیو بندی ''مفتی'' کفایت اللہ دہلوی کے بارے میں مزید لکھا:

''مفتی کفایت اللہ جیسے متبحر عالم...'' (تذکرۂ مظہر مسعود ص ۴۵۳)

''حضرت مفتی محمد کفایت اللہؒ'' (تذکرۂ مظہر مسعود ص ۳۳۲)

۵۔ بریلوی ''مسعود ملت'' پروفیسر مسعود احمد نے کہا:

''تبلیغی جماعت کے بانی مبانی مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ'' (تذکرۂ مظہر مسعود ص ۲۳۹)

۷) بریلوی ''اعلیٰ حضرت'' احمد رضا خان قادری نے سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کو انہیں رجال میں شامل کر رکھا ہے کہ جو انہیں کافر نہ مانے وہ بھی کافر۔

(دیکھئے فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۵۸۹)

ا۔ پروفیسر مسعود احمد نے اپنے ''اعلیٰ حضرت'' پردادا محمد مسعود شاہ کے حالات بیان کرتے لکھا: ''آپ کے اساتذہ گرامی میں مولانا نواب قطب الدین خان (۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) اور مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) قابل ذکر ہیں۔''

(تذکرۂ مظہر مسعود ص ۱۷)

مزید لکھا: ''اعلیٰ حضرت کے اساتذہ گرامی نواب قطب الدین خانؒ اور مولوی نذیر حسین صاحبؒ اپنے عہد کے جید علماء میں شمار کیے جاتے تھے'' (تذکرۂ مظہر مسعود ص ۱۷)

نیز پروفیسر مسعود احمد نے بطور تائید "مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی" کے عنوان کے تحت ان کے حالاتِ زندگی مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کی کتاب 'تاریخ اہل حدیث' سے مجملاً بیان کر رکھے ہیں۔ (دیکھئے تذکرہ مظہر مسعود ص ۱۹۔۲۰)

۸) کئی بریلوی مناظر و معاون چالاکی سے اہل حدیث کے واضح اصول و منہج کے خلاف کتب کی عبارات بھی ان پر بطور الزام پیش کرتے ہیں۔ اہل حدیث کی جانب سے ان کتب کو منسوخ یا مردود ماننے کے باوجود یہ بریلوی مناظر و معاون ان کتب کی مکمل عبارات سے ناواقف یا احتمال نکال کر ان کتب کی تعریف کرنے والے علماء کو پیش کر کے اہل حدیث کے خلاف تلبیسات میں مشغول ہیں۔

ان حضرات سے عرض ہے کہ ان کے "اعلیٰ حضرت" بریلوی نے جس طرح تقویۃ الایمان، صراط مستقیم، رسالہ یکروزی وغیرہ اور سید نذیر حسین دہلوی و نواب صدیق حسن خان بھوپالی کی بھی جتنی تصنیفیں ہیں تمام پر صریح ضلالتوں، گمراہیوں اور کلمات کفریہ پر مشتمل ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ (دیکھئے فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۴۰۴) اسی طرح غوث علی شاہ پانی پتی کے تذکرہ پر لکھی کتاب 'تذکرہ غوثیہ' کو بھی ضلالتوں، گمراہیوں بلکہ صریح کفر کی باتوں پر مشتمل قرار دے رکھا ہے۔ (دیکھئے فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۲۷۹)

مگر یہی ضلالتوں، گمراہیوں بلکہ صریح کفریہ باتوں سے بھری کتاب 'تذکرہ غوثیہ' بریلویوں کے پیرو "شیر ربانی" میاں شیر محمد شرقپوری کی پسند فرمودہ کتب میں شامل ہے۔

(دیکھئے تذکرہ حضرت شیر ربانی شرقپوری اور انکے خلفاء ص ۲۳)

نیز 'تذکرہ غوثیہ' کے بزرگِ تذکرہ و ملفوظات غوث علی شاہ پانی پتی کے متعلق بریلویوں کے شیر ربانی شیر محمد شرقپوری نے کہا: "حضرت غوث علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے وقت کے بہت بڑے ولی کامل تھے بلکہ ولی گر تھے۔" (ایضاً ص ۲۸۷)

کتاب 'تذکرہ حضرت شیر ربانی شرقپوری اور انکے خلفاء' پر بریلویوں کے آستانہ شرقپور کے سجادہ نشین صاحبزادہ محمد ابوبکر شرقپوری کی تقریظ موجود ہے۔ (دیکھئے ص ۳۱)

کتاب میں موجود ہر بریلوی بزرگ کا تذکرہ متعلقہ سجادہ نشین سے تائید وتصدیق شدہ ہے۔ (دیکھئے ص ۲۴)

نیز کتاب کا مصنف محمد یٰسین قصوری نقشبندی مشہور بریلوی ''علماء: مفتی'' عبدالقیوم ہزاروی اور عبدالحکیم شرف قادری کا شاگرد ہے۔ (دیکھئے ص ۳۶)

قریشی وکاظمی سے عرض ہے کہ ابھی تو ایسے کتنے ہی حوالہ جات باقی ہیں۔ فی الحال انہیں پیش کردہ حوالہ جات کو ایک دفعہ پھر پڑھیں اور بتائیں کہ کیا ملا علی قاری، ابن عابدین شامی، علامہ سیوطی، مہر علی شاہ گولڑوی، غلام محی الدین گولڑوی، فیض احمد گولڑوی، شیر محمد شرقپوری، صاحبزادہ عمر بیربلوی، اسماعیل شاہ بخاری، نور الحسن شاہ بخاری، صمصام علی شاہ بخاری، نور بخش توکلی، فقیر محمد جہلمی، پروفیسر مسعود احمد، عبدالحکیم شرف قادری وغیرہم پر رضاخانی مفتیوں کی جانب سے مبارک ''تکفیر'' منصۂ شہود پر آچکی ہے؟

۹) ابن عربی سمیت کوئی بھی شخصیت ہو اس پر کفر وضلالت کا فتویٰ اس کی کفریہ عبارات و نظریات کی بنا پر لگتا ہے جس سے لاعلمی یا مختلف احتمالات کی بنیاد پر اختلاف کرنے والے موجود ہیں۔ جو اگرچہ غلط بھی ہوں جب تک لاعلمی دور نہ کردی جائے اور ان احتمالات کا غلط و باطل ہونا ثابت کرکے حجت تمام نہ ہوجائے ان اختلاف کرنے والوں پر کوئی فتویٰ نہیں لگایا جاسکتا، لہٰذا دوسروں سے بے سروپا مطالبات کی بجائے اپنے گھر کی خبر لیں۔

؎ کہ یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

محمد یونس بارٹی مظہری نے لکھا:

''مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی گستاخانہ عبارت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ نے جب اپنے دوست مولانا عبدالباری فرنگی علی کو دکھائی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے تو اس میں کفر نظر نہیں آتا۔ اعلیٰ حضرت نے ایک مثال دی پھر بھی انہوں نے نہ مانا۔ اعلیٰ حضرت خاموش ہوگئے اور دوستی ومحبت برقرار رکھا... قطعاً بدگمان نہ ہوئے حالانکہ گستاخانہ عبارت میں کھلی گستاخی ہے۔'' (سیرت انوار مظہریہ: ص ۲۹۲)

کتاب 'سیرت انوارِ مظہریہ' پر بریلویوں کے متفقہ ''ماہر رضویات و مسعود ملت'' پروفیسر مسعود احمد کی تقریظ و مصنف کی تائید و تعریف موجود ہے۔

(دیکھئے سیرت انوارِ مظہریہ ص ۲۸، ۳۴)

پروفیسر مسعود احمد نے خود بھی اس بات کی جانب اشارہ کر رکھا ہے۔

(دیکھئے فتاویٰ مظہریہ ص ۴۹۹)

مسلکی تفاوت اور تعصب کیا ہوتا ہے؟ دوسروں کو الزام دینے سے پہلے حنیف قریشی کو مندرجہ بالا رضا خانی رویہ سے عبرت حاصل کرتے ہوئے اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے، ورنہ اسی طرح خوامخواہ ان کی 'بے عزتی' مزید خراب ہوتی رہے گی۔

۱۰) آخر میں ابن عربی کی تعریف کرنے والوں اور اس پر کفر و ضلالت کا فتویٰ نہ لگانے والوں کا حکم پوچھنے والوں سے سوال ہے کہ کتاب و سنت میں منصوص اور اجماعی طور پر جن کا کفر یا کافر ہونا ثابت ہو، ان کو مسلمان و مومن جاننے اور ان کی تحسین کرنے والوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اور کیا کبھی ان کے بارے میں بھی کوئی فیصلہ کیا ہے؟ اگر سمجھ نہیں آئی تو ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ بریلویوں کے استاذ الاساتذہ و امام المناطقہ عطا محمد بندیالوی چشتی نے لکھا:

''ابوطالب کے ایمان کا اقرار کرنا ہوگا'' (تحقیق ایمان ابوطالب ص ۱۲)

''اور چونکہ حضرت ابوطالب کے حق میں شفاعت مقبول ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ کافر نہ تھے بلکہ مسلمان تھے۔'' (تحقیق ایمان ابوطالب ص ۲۲)

بریلوی پیر نصیر الدین نصیر گولڑوی کے شعر کا ایک مصرعہ یوں نقل کیا گیا:

''میرا دل قائل ایمان ابوطالب ہے'' (تحقیق ایمان ابوطالب: سرورق)

حنیف قریشی کے معاون مناظر امتیاز حسین کاظمی نے لکھا:

''چراغ گولڑہ حضرت قبلہ پیر سید نصیر الدین نصیر شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ''

(روئیداد مناظرہ، گستاخ کون؟ ص ۴۳)

عطا محمد بندیالوی نے مزید لکھا: ''حضرت سید احمد دحلان قدس سرہ ایمان اور نجاۃ ابو طالب کے قائل ہیں اور اس مسئلہ پر ان کا ایک رسالہ بھی ہے جسکا نام اسنی المطالب فی نجاۃ ابی طالب ہے'' (تحقیق ایمان ابو طالب ص ۳۱)

ایمان ونجات ابو طالب کے قائل اس احمد دحلان کے متعلق احمد رضا خان بریلوی نے کہا:

''بقیۃ السلف، عمدۃ الابرار خاتمۃ المحققین شیخ الاسلام والمسلمین زبدۃ الکبراء البلد الامین شیخنا وبرکتنا وسیدنا وقدوتنا علامہ سید شریف احمد زینی دحلان مکی رضی اللہ تعالے عنہ''

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۲۵۵)

ان سب قائلین اسلام وایمان ابو طالب کے مقابلے میں احمد رضا خان بریلوی نے صاف لکھا: ''آیات قرآنیہ واحادیث صحیحہ متوافرہ متظافرہ سے ابو طالب کا کفر پر مرنا اور دمِ واپسیں ایمان لانے سے انکار کرنا اور عاقبت کار اصحابِ نار سے ہونا ایسے روشن ثبوت سے ثابت جس سے کسی سُنی کو مجال دم زدن نہیں'' (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۶۶۱)

ابو طالب کہ جس کے کفر پر مرنے، ایمان سے انکار کرنے اور اصحابِ نار سے ہونے پر قرآن وحدیث سے بقول بریلوی ''اعلیٰ حضرت'' بھی پختہ ثبوت موجود ہیں کہ کسی سُنی کو مجال انکار نہ ہو، اس کے ایمان واسلام کی گواہی دینے والوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟

۲۔ فرعون کا خدائی دعویدار ہونا، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا شدید گستاخ ودشمن ہونا قرآن پاک کی واضح تصریحات سے ثابت ہے۔ احمد رضا خان بریلوی نے تسلیم کیا:

''فرعون بالاجماع وبنص قطعی قرآن کافر تھا'' (فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۲۷۲)

مگر میر اشرف سمنانی نے اپنے ایک مکتوب میں باتائید وبطور حجت لکھا:

''فرعون کا ایمان معتد بہ اور صحیح ہوگا.... اور فرعون کی آنکھوں کی ٹھنڈک سے اس کا ایماندار ہونا مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو بوقت غرق عطا کیا تھا اور اس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا سے پاک وصاف کر کے قبض کر لیا اس لیے کہ وہ ایمان لانے کے بعد کسی گناہ کا مرتکب نہیں ہوا۔'' (اخبار الاخیار، اردو ص ۳۵۴ طبع اکبر بک سیلرز، لاہور)

اس مکتوب کونقل کرنے والے شیخ عبدالحق دہلوی نے میر اشرف سمنانی کے بارے میں کہا: ''آپ صاحب کرامت وتصرف اور بڑے کامل ولی اللہ تھے...مرید ہونے سے قبل ہی آپ کشف وکرامت کے مقامات علیا حاصل کر چکے تھے، حقائق اور توحید کے بارے میں بڑی بلند باتیں فرمایا کرتے تھے۔ (اخبارالاخیار، اردو ص ۳۵۴)

احمد رضا بریلوی نے لکھا: ''شیخ شیوخ علماء الہند محقق فقیہ نبیہ مولنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی...اپنی تصانیف جلیلہ جمیلہ معتمدہ مستندہ مثل....اخبارالاخیار....''

(فتاوی رضویہ: ج۲۱ص۳۲۱)

۳۔ بریلوی ''اعلیٰ حضرت'' احمد رضا خان قادری نے بنارس کے ایک مندر سے نکلنے والے سادھو کو 'ابدال وقت' قرار دیا۔

اس عجیب وغریب اور پر اسرار واقعے کے لئے دیکھئے اعلیٰ حضرت اعلیٰ سیرت (ص۱۳۴) نیز امام احمد رضا اور تصوف (ص ۱۰۷)

فرعون کے ایمان کو ثابت کرنے والے، اسے پاک صاف ماننے والے جن کے نزدیک 'کامل ولی اللہ' مانے جائیں اور جن کے ہاں مندر کے ہندو سادھو 'ابدال وقت' قرار پائیں، ان کے متبعین ومقلدین کا ابن عربی کی تعریف کرنے والوں پر سوال اٹھانا، کیا شرم سے ڈوب مرنے کا مقام نہیں!!؟

شذرات الذہب

☆ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: "إنّ حقًا علی من طلب العلم أن یکون له وقار وسکینة وخشیة ، وأن یکون متبعًا لأثر من مضی قبله ."

طالب علم کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس پر وقار، سکون اور خوفِ الٰہی کے آثار ہوں، اور وہ اپنے اسلاف کے آثار کا متبع ہو۔ (الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع / تحقیق محمد عجاج الخطیب ۱/۳۴۲ ح ۲۱۲ وسندہ حسن، تحقیق محمود الطحان ۱/۱۵۶ ح ۲۰۹)

حافظ زبیر علی زئی

جبری طلاق واقع نہیں ہوتی

الحمد للّٰہ ربّ العالمین و الصّلوٰة و السّلام علی رسوله الأمین، أما بعد:

طلاق مکرَہ یعنی جبری طلاق کا مطلب یہ ہے کہ بعض لوگ کسی شخص کو اسلحے وغیرہ کے زور پر پکڑ لیں، قتل اور مار کٹائی کی دھمکی دیں اور پھر جبر، زور، ظلم و زیادتی کے ذریعے سے اس بیچارے مجبور و مقہور کو حکم دیں کہ ابھی ہمارے سامنے اپنی بیوی کو طلاق دے دو اور وہ بیچارہ مجبور و مقہور شخص موت یا پٹائی کے خوف سے مجبور ہو کر اس حالتِ اضطرار میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے، حالانکہ اس کی نیت طلاق دینے کی نہ ہو۔

شریعت اسلامیہ میں ایسی جبری طلاق ہرگز واقع نہیں ہوتی، لیکن حنفیہ و دیوبندیہ و بریلویہ تینوں فرقوں کا یہ موقف ہے کہ جبری طلاق واقع ہو جاتی ہے۔!

ایک شخص نے محمد تقی عثمانی دیوبندی صاحب سے سوال پوچھا: ''طلاقِ مکرَہ کے بارے میں زید کہتا ہے کہ واقع نہیں ہوتی، اور دلیل میں مشکوٰۃ کی حدیث: '' لا طلاق و لا عتاق فی اغلاق '' (سنن ابی داود ج ا ص ۳۰۵ طبع مکتبہ حقانیہ ملتان) پیش کرتا ہے جبکہ حنفیوں کے نزدیک طلاق مکرہ واقع ہو جاتی ہے، لہٰذا حنفیوں کی کون سی حدیث سے دلیل ہے؟''

اس سوال کا جواب مسئول مذکور (تقی عثمانی) نے درج ذیل الفاظ میں لکھا:

''حنفیہ کے نزدیک طلاق مکرَہ واقع ہو جاتی ہے، حنفیہ کے دلائل درج ذیل ہیں:۔

الف: قوله صلی اللّٰه علیه وسلم ثلاث جدهن جد و هزلهن جد النكاح و الطلاق و الرجعة ...'' (فتاویٰ عثمانی جلد دوم ص ۳۲۳۔۳۲۵)

تقی عثمانی صاحب نے اپنے مذکورہ فتوے میں جو ''دلائل'' یعنی شبہات پیش کئے ہیں، ان پر علی الترتیب تبصرہ اور رَدّ درج ذیل ہے:

۱: رسول اللہ ﷺ کی جس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے، اس کا مفہوم درج ذیل ہے:

" تین اشیاء ایسی ہیں اگر ان کو جان بوجھ کر یا ہنسی مذاق میں کرے (تو بھی) وہ درست ہو جائیں گی: (۱) نکاح، (۲) طلاق، (۳) رجعت."

(سنن ابی داود مترجم ج ۲ ص ۱۹۷ ح ۴۲۸، ترجمہ خورشید حسن قاسمی رفیق دارالافتاء دارالعلوم دیوبند)

حدیث کا ترجمہ و مفہوم آپ نے پڑھ لیا، اس روایت میں جبری طلاق کا نام و نشان نہیں ہے، بلکہ صرف دو باتوں کا ذکر ہے:

(۱) جان بوجھ کر طلاق دینا۔ (۲) ہنسی مذاق میں طلاق دینا۔

جبری طلاق نہ تو جان بوجھ کر اپنی مرضی سے دی جاتی ہے اور نہ یہ ہنسی مذاق ہے، لہٰذا اس حدیث کو بے موقع و بے محل پیش کیا گیا ہے۔ ہمارے علم کے مطابق سلف صالحین اور غیر جانبدار فقہائے محدثین نے اس حدیث سے جبری طلاق واقع ہونے کا مسئلہ ثابت نہیں کیا، لہٰذا محدثین کے خلاف صرف طحاوی کا استدلال ہے جو کہ سراسر غلط ہے۔

امام بغوی نے فرمایا: " اتفق أهل العلم على أن الطلاق الهازل يقع ... و اتفق أهل العلم على ان طلاق الصبي و المجنون لا يقع " اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ ہنسی مذاق میں طلاق دینے والے کی طلاق واقع ہو جاتی ہے... اور اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ چھوٹے بچے اور مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (شرح السنہ ج ۹ ص ۲۲۰ تحت ح ۲۳۵۶)

جب بعض لوگوں نے ہنسی مذاق والی طلاق پر قیاس کر کے جبری طلاق کو واقع قرار دیا تو امام ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی (متوفی ۶۷۱ھ) نے فرمایا: " وهذا قياس باطل " اور یہ قیاس باطل ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن یعنی تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۱۸۴)

تنبیہ: روایتِ مذکورہ کے راوی عبدالرحمٰن بن حبیب بن اردک کو نسائی نے منکر الحدیث، حافظ ذہبی نے "صدوق فيه لين" اور حافظ ابن حجر نے " لين الحديث " کہا، جبکہ ابن حبان، ترمذی بتحسین حدیثہ اور حاکم نے بذریعہ تصحیح ثقہ و صدوق قرار دیا، لہٰذا جمہور کو ترجیح کے اصول سے یہ سند حسن ہے۔

۲: "عن عمر قال: أربع واجبات على كل من تكلم بهنّ العتاق و الطلاق

و النكاح و النذر ." بحوالہ احکام القرآن للجصاص (فتاویٰ عثمانی ۲/۳۲۴)

یہ روایت احکام القرآن للجصاص المعتزلی (ج۲ص ۹۹) میں بغیر سند ہے اور جصاص سے ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے اپنی اعلاء السنن (ج۱۱ص ۱۷۹) میں نقل کر رکھی ہے۔

امام بخاری نے التاریخ الکبیر (۶/۵۰۲ ت ۳۱۱۶) میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ "أربع مقفلات (صح) النذر و الطلاق و العتق و النكاح ."

اور اسے بیہقی نے امام بخاری کی سند سے روایت کیا ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۳۴۱)

اس کی سند میں محمد بن اسحاق بن یسار صدوق مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے، لہٰذا یہ سند ضعیف و مردود ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " أربع جائزات على كل أحد : العتاق و الطلاق و النذور و النكاح ."

(سنن سعید بن منصور ۱/۳۷۱ ح ۱۶۱۰، مصنف ابن ابی شیبہ ۵/۱۰۵ ح ۱۸۳۹۷)

اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ مدلس ہے اور سند عن سے ہے، لہٰذا ضعیف و مردود ہے۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " ثلاث اللاعب فيهن و الجادّ سواء :الطلاق و الصدقة و العتاقة ، قال عبد الكريم و قال طلق بن حبيب : و الهدي و النذر " (مصنف عبدالرزاق ۶/۱۳۳ ح ۱۰۲۴۸، درمنثور ۱/۲۸۶، اعلاء السنن ۱۱/۱۷۹)

اس روایت کی سند میں ابو امیہ عبدالکریم بن ابی المخارق ضعیف ہے۔

دیکھئے تقریب التہذیب (۴۱۵۶)

جمہور محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور باقی سند میں بھی نظر ہے۔

آپ نے دیکھ لیا کہ یہ سب روایتیں ضعیف و مردود ہیں، لیکن ظفر احمد تھانوی نے اپنی دیوبندیت بچانے کے لئے یہ لکھ دیا: " و هذه طرق يقوي بعضها بعضًا "

اور یہ سندیں ایک دوسرے کی تقویت کرتی ہیں۔ (اعلاء السنن ۱۱/۱۷۹)

تھانوی مذکور کا یہ دعویٰ سراسر غلط ہے اور مجھے الشیخ الصدوق عبدالاول بن حماد بن محمد

الانصاری المدنی نے بذریعۂ کتاب خبر دی، کہا: میں نے اپنے والد (شیخ حماد انصاری رحمہ اللہ) کو فرماتے ہوئے سنا: " إن كتاب " اعلاء السنن " ملئ بالموضوعات و أغلب أدلتـه أحاديث كذب أو ضعيفة ." بے شک کتاب: اعلاء السنن موضوع روایات سے بھری ہوئی ہے اور اس کی عام دلیلیں جھوٹی یا ضعیف روایات ہیں۔

(دیکھئے المجموع فی ترجمۃ حماد الانصاری ج ۲ ص ۷۲۶ فقرہ: ۱۲۹)

شیخ عداب محمود الحمش نے اعلاء السنن کے بارے میں فرمایا: " و في هـذا الكتـاب بلايا و طامات مخجلة ! " اور اس کتاب میں مصیبتیں اور رسوا کن تباہیاں ہیں۔

(حاشیہ رواۃ الحدیث الذین سکت علیہم ائمۃ الجرح والتعدیل بین التوثیق والتجہیل ص ۲۷)

یاد رہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ سب روایات جبری طلاق کے موضوع سے غیر متعلق ہیں، کیونکہ ان میں طلاق المکرَہ کا ذکر تک نہیں ہے اور موضوعات کی ترویج دینے والے لوگوں کا تحریفات کے ذریعے سے خود ساختہ مفہوم تراشنا علمی میدان میں ناقابلِ قبول اور مردود ہوتا ہے۔

۳: بحوالہ محمد بن الحسن الشیبانی (یعنی ابن فرقد) اور عقیلی صفوان بن عمران الطائی سے روایت ہے کہ ایک آدمی سویا ہوا تھا تو اس کی بیوی ایک چھری لے کر اس کے سینے پر چڑھ گئی اور کہا: مجھے تین طلاق دے دو، ورنہ میں تجھے ذبح کر دوں گی۔ پھر اس نے طلاق دے دی اور بعد میں نبی ﷺ کو بتایا تو آپ نے فرمایا: " لا قيلولة فی الطلاق "

(دیکھئے مرقاۃ المفاتیح ۶/ ۳۸۸)

یہ روایت کتاب الضعفاء الکبیر للعقیلی (۲/ ۲۱۱، دوسرا نسخہ ۲/ ۵۹۶۔ ۵۹۷، تیسرا نسخہ ۳/ ۱۲۶۔ ۱۲۷) سنن سعید بن منصور (۱/ ۲۷۵۔ ۲۷۶ ح ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱) اور العلل لابن الجوزی (۲/ ۱۵۹ ح ۱۰۷۴) وغیرہ میں موجود ہے اور اس کی سند دو وجہ سے سخت ضعیف ہے:

(۱) صفوان الاصم الطائی بذاتِ خود ضعیف ہے۔ اسے امام بخاری (تحفۃ الاقویاء: ۱۷۲) اور عقیلی وغیرہم نے ضعفاء میں شمار کیا ہے، بلکہ امام بخاری نے فرمایا: " حديثه منكر "

اس کی بیان کردہ حدیث منکر ہے۔ (کتاب الضعفاء ص ۵۶)

ابو حاتم الرازی نے فرمایا: " یکتب حدیثه ولیس بالقوي " اس کی حدیث لکھی جاتی ہے اور وہ القوی نہیں ہے۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۴/۴۲۲ ت ۱۸۵۱)

نیز انھوں نے طلاق مکرہ کے بارے میں اس کی روایت کو منکر قرار دیا۔ (ایضاً ص ۴۲۲)

ابن حزم نے کہا: " وصفوان منکر الحدیث " (المحلی ۱۰/۲۰۳ مسئلہ: ۱۹۶۶)

(۲) غاز بن جبلہ مجروح راوی ہے، اسے بخاری نے ضعفاء میں ذکر کر کے فرمایا کہ طلاق مکرہ کے بارے میں اس کی حدیث منکر ہے۔ (رقم ۳۰۵)

ابو حاتم الرازی نے فرمایا: " هو منکر الحدیث " وہ منکر الحدیث ہے۔ الخ

(کتاب الجرح والتعدیل ۷/ ۵۹ ت ۳۳۷)

بہت سے علماء مثلاً امام بخاری، ابو حاتم الرازی اور ابن الجوزی وغیرہم نے اس روایت کو منکر و غیر صحیح قرار دیا ہے۔

ابن حزم نے کہا: غازی بن جبلہ مغموز (یعنی مجروح) ہے۔ (المحلی ۱۰/۲۰۳ مسئلہ: ۱۹۶۶)

تقی صاحب نے یہ عجیب و غریب بات لکھ دی ہے کہ " اور علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے " اعلاء السنن " ج ۱۱ ص: ۱۲۵ میں اس بات پر دلائل دیئے ہیں کہ یہ حدیث سنداً قابلِ استدلال ہے۔ " (فتاویٰ عثمانی ج ۲ ص ۳۲۴)

عرض ہے کہ " اعلاء السنن " نامی کتاب (۱۱/ ۱۷۷) کے مذکورہ صفحے پر کسی قسم کے دلائل نہیں بلکہ الفاظ کی شعبدہ بازی ہے اور آخر میں بغیر دلیل کے اسے " صالح للاحتجاج " لکھ دیا گیا ہے۔ تقی صاحب یا ان کے متبعین ہمت کریں اور درج ذیل دونوں راویوں کی جمہور محدثین سے توثیق ثابت کر دیں:

(۱) الغاز بن جبلہ (۲) صفوان الاصم الطائی

اور اگر ثابت نہ کر سکیں تو پھر یہ روایت ضعیف و مردود ہی ہے اور نا قابلِ احتجاج ہے یعنی اس سے حجت پکڑنا ناجائز ہے۔

٤: ''مصنف عبدالرزاق میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ مکرَہ کی طلاق کو واقع قرار دیتے تھے، اور یہی مذہب....''

عرض ہے کہ یہ روایت ''طلاق المکرَہ جائز'' کے الفاظ سے مروی ہے اور اس کے راوی ایوب السختیانی البصری (ولادت ٦٦ھ) کی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (وفات ٧٤ھ) سے ملاقات ثابت نہیں ہے، لہٰذا یہ سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ومردود ہے۔

فائدہ: طحاوی حنفی کی ایک عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ (امام) ابوحنیفہ منقطع کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔ دیکھئے شرح معانی الآثار (طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ج ٢ ص ١٦٤، باب الرجل یسلم فی دارالحرب وعندہ اکثر من اربع نسوۃ)

باقی رہے تابعین کے آثار تو ان کے صحیح ہونے میں بھی نظر ہے اور قرآن، حدیث و آثارِ صحابہ کے بعد تابعین کے مختلف فیہ وباہمی متعارض آثار کی کیا ضرورت ہے؟!

٥: تقی صاحب نے لکھا ہے: ''اور اگر بالفرض ''اکراہ'' ہی کے معنی میں لئے جائیں تو مصنف عبدالرزاق کی ایک روایت سے اس کا منسوخ ہونا سمجھ میں آتا ہے، اور وہ روایت یہ ہے: ''عن سعید بن جبیر أنه بلغه قول الحسن لیس طلاق المکره بشيء ..''

(فتاویٰ عثمانی ج ٢ ص ٣٢٥)

عرض ہے کہ اس کی سند میں معتمر بن سلیمان التیمی کے والد سلیمان التیمی مدلس تھے اور سماع کی تصریح نہیں ہے، لہٰذا ہماری سمجھ میں یہی آتا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور ضعیف روایت سے منسوخیت ثابت کرنا ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

مذکورہ فتوے پر مختصر و جامع تبصرہ ختم ہوا اور اب وہ دلائل پیشِ خدمت ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جبری طلاق واقع نہیں ہوتی:

١) قرآن مجید کی ایک آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کو کافر لوگ پکڑ لیں اور طاقت کے ذریعے سے کفر کہنے پر مجبور کر دیں تو وہ شخص کافر نہیں ہوتا۔ (دیکھئے سورۃ النحل: ١٠٦)

مفسرِ قرآن امام ابوعبداللہ القرطبی نے اس آیت سے اکیس (٢١) مسئلے نکالے، جن

میں سے ساتواں مسئلہ یہ ہے کہ امام شافعی اور ان کے ساتھیوں نے فرمایا: " لا یلزمه شيء " اس پر (جبری طلاق میں سے) کوئی چیز بھی لازم نہیں ہوتی۔ (تفسیر قرطبی ۱۰/۱۸۴)

بلکہ قرطبی اور ان سے پہلے قاضی ابوبکر ابن العربی المالکی نے جبری طلاق کے بارے میں امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب قیاس کو باطل (و هذا قياس باطل) قرار دیا۔

(ایضاً ص ۱۸۴، احکام القرآن لابن العربی المالکی ج ۳ ص ۱۱۸۱)

مشہور تابعی امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے فرمایا:

" الشرك أعظم من الطلاق " شرک طلاق سے بڑا ہے۔ (سنن سعید بن منصور ۱/ ۲۷۸ ح ۱۱۴۲، وسندہ صحیح وصححہ الحافظ ابن حجر فی فتح الباری ۹/ ۳۹۰ تحت ح ۵۲۶۹۔۵۲۷۲)

جب حالتِ اکراہ میں کلمۂ کفر کہنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا تو اسی طرح حالتِ اکراہ میں طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

۲) ثابت بن عیاض بن احنف رحمہ اللہ (ثقہ تابعی) کے اپنے بیان کردہ واقعے سے ثابت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جبری طلاق نہیں ہوتی۔ (دیکھئے موطأ امام مالک روایۃ یحییٰ بن یحییٰ ۲/ ۵۸۷ ح ۱۲۸۰، وسندہ صحیح ولہ طریق آخر صحیح فی السنن الکبریٰ للبیہقی ۷/ ۳۵۸ وسندہ صحیح)

۳) تابعین کرام میں جبری طلاق کے بارے میں اختلاف ہے۔

امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ جبری طلاق کو کچھ چیز نہیں سمجھتے تھے۔

(سنن سعید بن منصور ۱/ ۲۷۷ ح ۱۱۴۱، وسندہ صحیح ولہ شاهد صحیح فی مصنف ابن ابی شیبہ ۵/ ۴۹ ح ۱۸۰۲۸)

امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بھی جبری طلاق کے قائل نہیں تھے۔

دیکھئے سنن سعید بن منصور (۱/ ۲۷۶ ح ۱۱۳۲، وسندہ حسن)

تابعین میں سے امام عامر الشعبی رحمہ اللہ بادشاہ کی طرف سے جبری طلاق کو جائز اور چوروں ڈاکوؤں کی طرف سے جبری طلاق کو ناجائز سمجھتے تھے۔

(سنن سعید بن منصور: ۱۱۳۶، وسندہ صحیح، ۱۱۳۷، وسندہ صحیح)

یعنی وہ بھی حنفیہ کی مروجہ جبری طلاق کے واقع ہونے کے قائل نہیں تھے اور حافظ ابن حجر نے فرمایا:" و ذهب الجمهور إلى عدم اعتبار مايقع فيه " اور جمہور کے نزدیک (بادشاہ ہو یا چوڑا کو) جبری طلاق واقع ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(فتح الباری ۹/۳۹۰ طبع دار المعرفۃ)

فائدہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مکرہ یعنی مجبور کی طلاق نہیں ہوتی۔

(سنن سعید بن منصور: ۱۱۴۳، السنن الکبریٰ للبیہقی ۷/ ۳۵۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۳۳۰)

اس روایت کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن طلحہ الخزاعی ہیں جنھیں درج ذیل علماء نے ثقہ وصدوق وغیرہ قرار دیا ہے:

(۱) ابن حبان

(۲) بخاری علق لہ فی صحیحہ

(۳) ابن القیم (صحح لہ فی اعلام الموقعین ۳/ ۳۸)

(۴) عینی (صحح لہ فی عمدۃ القاری ۲۰/۲۵۲)

(۵) ابن حزم نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور فرمایا: یہ ابن عباس سے ثابت ہے۔

(المحلی ۱۰/۲۰۴ مسئلہ: ۱۹۶۶)

ابن حجر العسقلاني سكت علىٰ حديثه في فتح الباري .

(و سكوته ليس بشيٍ عندنا و لكنه حجة عند الديوبندية!)

یاد رہے کہ امام عجلی سے اس راوی کی توثیق ثابت نہیں، لیکن سیدنا ابن عمر اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما وغیرہما کے آثار (جن کا کوئی صحابی مخالف نہیں) سے ثابت ہوا کہ جبری طلاق کے واقع نہ ہونے پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ہے۔

۴) امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور بہت سے اماموں کا یہ مسلک ہے کہ جبری طلاق واقع نہیں ہوتی اور یہی جمہور علماء کا مذہب ہے۔ (مجموع فتاویٰ لابن تیمیہ ۳۳/ ۱۱۰)

امام بخاری وغیرہ کی بھی یہی تحقیق ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اہلِ مدینہ پر (جعفر بن سلیمان بن علی) الہاشمی حکمران تھا، پھر اس نے (امام) مالک کو بلایا اور کہا: ''تم وہ ہو جو اِکراہ (طلاق مکرہ کے واقع نہ ہونے) اور بیعت کے باطل ہونے کا فتویٰ دیتے ہو؟!

پھر اس نے آپ کی ننگی پیٹھ پر سو کوڑے لگوائے، حتیٰ کہ آپ کا کندھا اُتر گیا اور آپ خود اپنے ہاتھ سے اپنے بٹن بند نہیں کر سکتے تھے۔ (آداب الشافعی لابن ابی حاتم ص ۱۵۶، وسندہ صحیح)

۵) حافظ ابن حزم نے اہل الرائے کے باطل قیاس کا رد قیاس سے بھی کیا ہے، کیونکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ جبری خرید و فروخت نہیں ہوتی۔ جب جبری خرید و فروخت نہیں ہوتی تو پھر جبری طلاق کس طرح ہو جاتی ہے؟ (دیکھئے المحلیٰ ۸/۳۳۲ مسئلہ: ۱۴۰۶)

جبری طلاق کے سلسلے میں ایک اہم بات پیشِ خدمت ہے:

ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا طلاق ولا عتاق في اغلاق"

اغلاق (حالتِ جبر یا غصے) میں نہ طلاق ہوتی ہے اور نہ غلام آزاد ہوتا ہے۔

(سنن ابی داود: ۲۱۹۳ وسکت عنہ وصححہ الحاکم ۲/ ۱۹۸ ح ۲۸۰۲ علیٰ شرط مسلم فتعقبه الذهبي)

اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ دیکھئے انوار الصحیفہ (ص ۸۳)

اگر یہ روایت صحیح، حسن ہوتی تو اس سے دو مسئلے صاف طور پر ثابت ہو جاتے:

(۱) جبری طلاق نہیں ہوتی

(۲) غصے کی حالت میں طلاق نہیں ہوتی۔

چونکہ ہم اصولِ حدیث، علمِ اسماء الرجال اور انصاف کے پابند ہیں، لہٰذا اس ضعیف روایت سے استدلال نہیں کرتے۔

خلاصۃ التحقیق: جبری طلاق واقع نہیں ہوتی جیسا کہ عمومِ قرآن اور اجماعِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے ثابت ہے اور اس سلسلے میں تقی عثمانی صاحب کا فتویٰ بالکل غلط ہے۔

و ما علينا إلا البلاغ (۸/ اگست ۲۰۱۱ء)

حافظ زبیر علی زئی

کتاب سے استفادے کے اُصول

جب بیروت لبنان سے امام نسائی کی مشہور کتاب ''السنن الکبریٰ'' شائع ہوئی اور بعد میں ادارۂ تالیفات اشرفیہ (بیرون بوہڑ گیٹ ملتان) والوں نے اس کا فوٹو لے کر چھاپ دیا تو محمد تقی عثمانی دیوبندی صاحب نے اس کتاب پر زبردست تبصرہ فرمایا، جس سے دو اہم اقتباسات پیشِ خدمت ہیں:

۱: تقی عثمانی صاحب نے لکھا ہے:

''امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۰۳ھ) ائمۂ حدیث میں کسی تعارف کے محتاج نہیں، وہ حدیث کے ان چھ ائمہ میں سے ہیں جن کی کتابوں کو پوری اُمت نے ''صحاح ستہ'' کا لقب دے کر انہیں حدیث کا مستند ترین ذخیرہ قرار دیا ہے۔ اُن کی جو کتاب صحاح ستہ میں شامل ہے، اُس کا نام ''المجتبیٰ'' ہے، جو صدیوں سے حدیث کے مستند مأخذ کے طور پر پڑھی اور پڑھائی جا رہی ہے۔ لیکن اہل علم جانتے ہیں کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس کتاب سے پہلے ایک اور کتاب ''السنن الکبریٰ'' کے نام سے لکھی تھی جو ''المجتبیٰ'' سے زیادہ جامع اور مفصل تھی، بلکہ ''المجتبیٰ'' درحقیقت ''السنن الکبریٰ'' کے انتخاب و اختصار کے طور پر لکھی گئی تھی، بعد میں اس میں کچھ ایسی احادیث بھی آ گئیں جو ''السنن الکبریٰ'' میں موجود نہیں ہیں، تاہم بحیثیتِ مجموعی ''السنن الکبریٰ'' زیادہ ضخیم، مفصل اور جامع کتاب تھی۔''

(تبصرے ص ۲۹۸ مطبوعہ مکتبہ معارف القرآن کراچی)

فائدہ: جلال الدین سیوطی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ جب نسائی نے السنن الکبریٰ لکھی تو امیر رملہ کے سامنے بطورِ تحفہ پیش کی۔ امیر رملہ نے کہا: کیا اس میں ساری روایتیں صحیح ہیں؟ پھر (امام) نسائی نے اس (السنن الکبریٰ) سے المجتبیٰ نکال کر (اپنے نزدیک) صحیح روایات پیش کر دیں۔ (دیکھئے الزہر الربیٰ ص ۵)

سیوطی کے اس بیان سے بھی یہی ثابت ہے کہ السنن الصغریٰ للنسائی دراصل السنن الکبریٰ للنسائی کا اختصار ہے۔

آلِ دیوبند کے ''پیر جی سید'' مشتاق علی شاہ دیوبندی نے لکھا ہے:

''ابوعبدالرحمٰن نسائی نے سنن نسائی یعنی مجتبیٰ کو سنن کبریٰ سے منتخب کر کے مرتب کیا ہے اور خود اس امر کا اقرار کیا ہے کہ اس کی کل حدیثیں صحیح ہیں۔''

(ترجمان احناف ص ۲۷۳، حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتراضات کے جوابات ص ۱۷)

۲: السنن الکبریٰ للنسائی کے بارے میں تقی عثمانی صاحب نے لکھا ہے:

''لیکن اس کتاب سے استفادے کے وقت علمِ حدیث کے اُصول کے مطابق ایک اہم نکتہ ضرور ذہن نشین رہنا چاہئے، اور وہ یہ کہ حدیث کی کوئی کتاب جس میں مصنف نے اپنی سند سے احادیث روایت کی ہوں، مصنف کی طرف سے اس کی نسبت کے مستند ہونے کے لئے اَوّلاً تو یہ ضروری ہے کہ اُس مصنف سے وہ کتاب اس کے شاگردوں نے براہِ راست سن کر، پڑھ کر یا اجازت لے کر حاصل کی ہو، اور ہمارے زمانے تک اس کے روایت کرنے والوں کی سند متصل محفوظ ہو، یا پھر مصنف تک اس کتاب کی نسبت یا کم از کم شہرت و استفاضہ کی حد تک پہنچ گئی ہو، اس کے بغیر مصنف کی طرف کتاب کی نسبت محدثانہ اُصول کے مطابق مستند اور قابلِ اعتماد نہیں ہوتی۔

ہمارے زمانے میں حدیث اور سیرت و تاریخ کی بہت سی ایسی کتابیں منظرِ عام پر آئی ہیں جو تحدیث و اجازت کے روایتی طریقے سے ہم تک نہیں پہنچیں، بلکہ ان کے قلمی نسخے قدیم کتب خانوں میں دستیاب ہوئے، اور ان کی بنیاد پر وہ کتابیں شائع ہوئیں۔ ہمارے دور میں طبقاتِ ابن سعد، صحیح ابنِ خزیمہ، معجم طبرانی، مسندِ ابو یعلیٰ، تاریخِ طبری وغیرہ اسی طرح شائع ہوئی ہیں۔ اگرچہ محققین نے ان کتابوں کے مختلف نسخوں کا مقابلہ کر کے اطمینان کر لیا ہے کہ یہ وہی کتابیں ہیں، لیکن محدثین کرامؒ نے حدیث کی کتابوں کے استناد کے لئے جس احتیاط سے کام لیا ہے، یہ کتابیں احتیاط کے اس اعلیٰ معیار پر پوری نہیں

اُتر تیں، اوران سے استدلال واستنباط کرتے وقت یہ پہلو نظر سے اوجھل نہ رہنا چاہئے۔
زیرِ نظر کتاب بھی صدیوں نایاب رہی، اور فاضل محقق نے چار قلمی نسخوں کی بنیاد پر اسے مرتب کر کے شائع کیا ہے، ان کی محنت، عرق ریزی اور حزم واحتیاط قابلِ صد تبریک وتحسین ہے، اور یقیناً اس کے ذریعے انہوں نے پوری اُمت پر احسان کیا ہے، لیکن اس بات سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کتاب روایت واجازت کے محدثانہ طریقے پر ہم تک نہیں پہنچی ، لہٰذا اس کا درجۂ استناد اُن کتابوں کے مقابلے میں بہت کم ہے جو سندِ متصل کے ساتھ ہم تک پہنچی ہیں اور جنہیں صدیوں سے پڑھا اور پڑھایا جا رہا ہے۔
یہ ایک فنی نکتہ ہے جس کا بیان کرنا ضروری تھا، لیکن یقیناً اس کے باوجود کتاب کی قدر و قیمت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی ، اس نکتے کے باوجود یہ ایک بیش بہا نعمت ہے اور دینی مدارس کے علماء وطلبہ، مصنفین اور محققین کے لئے ایک نادر تحفہ ہے، اور کوئی علمی کتب خانہ اس سے محروم نہ رہنا چاہئے۔ (محرم الحرام ۱۴۱۳ھ)'' (تبصرے ص ۳۰۰۔۳۰۱)

مذکورہ تبصرے میں تقی عثمانی صاحب نے یہ سمجھا دیا ہے کہ کتب ستہ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ) کے مقابلے میں ایسی کتابوں کی روایات کا کوئی اعتبار نہیں جو ہمارے زمانے تک ، روایت کرنے والوں کی سند متصل سے موجود و مشہور نہیں مثلاً المدونۃ الکبریٰ اور اس جیسی دوسری کتابیں، لہٰذا اخبار الفقہاء (غیر ثابت کتاب) مسند الحمیدی (نسخہ محرفہ) اور مسند ابی عوانہ (نسخہ مصحفہ وخطاً) سے روایات شاذہ اور خطأ واوہام لے کر صحیحین اور سنن اربعہ (کتب ستہ) کے خلاف پیش کرنا غلط ومردود ہے۔

فائدہ: مراتبِ صحاح ستہ کے تحت خیر محمد جالندھری دیوبندی نے لکھا ہے:
''پہلا مرتبہ بخاری کا ہے۔ دوسرا مسلم کا۔ تیسرا ابوداود کا۔ چوتھا نسائی کا۔ پانچواں ترمذی کا۔ چھٹا ابن ماجہ کا۔'' (خیر الاصول فی حدیث الرسول ص ۷، آثارِ خیر ص ۱۲۴)

(۱۲/ نومبر ۲۰۱۱ء)

 حافظ زبیر علی زئی

اہلِ باطل کا رد (قسط نمبر ۱)

الحمد للّٰه ربّ العالمین والصّلوٰة والسّلام علٰی رسوله الأمین ، أما بعد:

دینِ اسلام اور حق یعنی مذہبِ اہلِ حدیث: اہلِ سنت کی نشر و تبلیغ اور ماہنامہ الحدیث حضرو وغیرہ جرائد سلفیہ منہجیہ کی نشر و اشاعت دن رات جاری ہے اور بہت سی سعید (خوش قسمت) روحیں کفر و ضلالت اور بدعات کے اندھیروں سے نکل کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہو رہی ہیں۔ والحمدللہ

اس کے مقابلے میں کفر و ضلالت اور بدعات کو اوڑھنا بچھونا بنانے والے تمام اہلِ باطل بھی حرکات مذبوحیہ اور مساعی باطلہ میں مصروف ہیں، لہٰذا ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے ماہنامہ الحدیث میں ابطالِ باطل کا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے تاکہ ہر معلوم فتنے کا سر دلائل کے ساتھ کچل دیا جائے۔

قافلۂ باطل کے شبیر احمد دیوبندی کا واویلا

الیاس گھمن دیوبندی نے اپنے قافلۂ باطل میں ایک موضوع اور باطل روایت درج ذیل الفاظ میں لکھی تھی:

''امام موفق مکی سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں:...''

(ج ۵ شمارہ ۳ ص ۸ جولائی ستمبر ۲۰۱۱ء، الحدیث حضرو: ۸۹ ص ۴۰)

ماہنامہ الحدیث میں حوالوں کے ساتھ یہ ثابت کیا گیا کہ روایت مذکورہ میں ابو محمد الحارثی راوی کذاب، موفق مکی معتزلی و رافضی غیر موثق اور ابو عصمہ المروزی مجہول وحدیثہ باطل ہے۔ (الحدیث حضرو، شمارہ ۸۹ ص ۴۱۔۴۴)

ابو محمد الحارثی کے بارے میں سہو کی وجہ سے احمد بن محمد الحمانی والی جرح چھپ گئی، لہٰذا

دسمبر ۲۰۱۱ء کے شمارے میں خطا کی اصلاح کا اعلان شائع کیا گیا اور راقم الحروف نے ابو محمد الحارثی پر ایک مستقل مضمون لکھ دیا، جو کہ مناسب وقت پر شائع ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

حارثی اور حمانی دونوں کذاب راوی ہیں، لہٰذا نفسِ مضمون اور استدلال پر کوئی فرق نہیں پڑا۔ اب شبیر احمد دیوبندی نے ''...کا مجذوبانہ واویلا'' کے عنوان سے قافلۂ باطل میں ایک مضمون لکھا ہے، جس میں گھٹیا اور بازاری زبان استعمال کرنے کے باوجود شبیر احمد صاحب نے اصولِ محدثین کی رُو سے مذکورہ گھمنی روایت کا صحیح یا حسن ہونا ثابت نہیں کیا، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس مسئلے میں بھی آلِ باطل شکست فاش سے دوچار ہیں۔

اب آلِ دیوبند کے تازہ شبہات کے جوابات پیشِ خدمت ہیں:

۱: سوال ''کیا کسی روایت کے صحیح ہونے کے لئے صرف سند کی صحت کو دیکھا جائے گا یا دیگر قرائن سے بھی روایت صحیح ثابت ہوتی ہے؟'' اس کا جواب یہ ہے کہ روایت کے صحیح یا ضعیف و مردود ہونے کا دارومدار سند پر ہے، لہٰذا سب سے پہلے سند کو دیکھا جائے گا اور اگر سند مردود ثابت ہوئی تو روایت مردود ہو جائے گی۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

مناظرے میں یہ کافی ہے کہ (مخالف) مناظر نے جو سند پیش کی ہے اُس کا ضعیف ہونا ثابت کر دیا جائے، وہ (لاجواب ہو کر) چُپ ہو جائے گا کیونکہ اصل یہی ہے کہ دوسری کوئی روایت (اس مناظر کی مؤید) نہیں ہے اِلا یہ کہ دوسری کوئی ثابت (صحیح و حسن) سند پیش کر دی جائے۔ واللہ اعلم (اختصار علوم الحدیث مترجم ص ۵۷، بائیسویں قسم: مقلوب)

بعد میں متن دیکھا جائے گا اور محدثین کرام کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ جس بظاہر صحیح یا حسن نظر آنے والی روایت کو محدثین کرام متفقہ طور پر (بغیر کسی اختلاف کے) ضعیف، وہم، خطا اور غیر مقبول وغیرہ قرار دیں تو اس روایت کو رد کر دیا جائے گا، کیونکہ فنِ حدیث کا دارومدار سند اور محدثین پر ہے اور وہ عللِ حدیث، شاذ اور منکر روایات کے جاننے والے اور درایت و فقاہت میں بہت بڑے ماہر تھے۔ رحمہم اللہ اجمعین

قرائن سے آلِ دیوبند کی کیا مراد ہے؟ ذرا وضاحت تو کر دیں۔!

۲: اگر کوئی شخص کہے کہ سیوطی نے لکھا ہے: ''بعض محدثین کا فرمان ہے کہ جب لوگ کسی روایت کو قبول کر لیں تو اس کی صحت کا حکم لگا دیا جاتا ہے اگرچہ اس کی سند ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔''

عرض ہے کہ دسویں صدی ہجری کے حاطب اللیل سیوطی صاحب نے یہاں یہ صراحت نہیں کی کہ بعض محدثین اور روایت قبول کرنے والے لوگوں سے کون مراد ہیں اور اس سیوطی نے بعض محدثین (؟) تک کوئی سند بھی بیان نہیں کی، لہٰذا یہ حوالہ بے فائدہ ہے اور اس کے مقابلے میں ثقہ امام اور مجاہد عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) نے فرمایا: ''**الإسناد من الدین ولو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء**'' سند بیان کرنا دین میں سے ہے اور اگر سند نہ ہوتی تو جو شخص جو کہنا چاہتا کہہ دیتا۔

(مقدمہ صحیح مسلم ترقیم دارالسلام: ۳۲ وسندہ صحیح)

خیر القرون کے مشہور ثقہ ومجاہد امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ کے مقابلے میں سیوطی صاحب کے نامعلوم ''بعض محدثین'' کی بات کون سنتا ہے؟!

فی الحال آلِ دیوبند کے خلاف ''پھکی'' کے طور پر سیوطی کے تین حوالے پیشِ خدمت ہیں:

اول: سیوطی نے لکھا ہے: یہ کہنا واجب (فرض) ہے کہ ہر وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے امام سے منسوب ہو جائے، اس انتساب پر وہ دوستی رکھے اور دشمنی رکھے تو یہ شخص بدعتی ہے، اہلِ سنت والجماعت سے خارج ہے، چاہے (انتساب) اصول میں ہو یا فروع میں۔ (الکنز المدفون ص ۱۴۹، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۴۱)

عبارت مذکورہ میں علامہ سیوطی صاحب نے آلِ دیوبند کو اہلِ سنت والجماعت سے خارج قرار دیا ہے۔

دوم: سیوطی نے لکھا ہے: اہلِ حدیث کے لئے اس سے زیادہ کوئی فضیلت نہیں ہے کہ نبی ﷺ کے سوا ان کا کوئی (متبوع) امام نہیں ہے۔

(تدریب الراوی ۲/۱۲۶، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۸۵)

سوم: سیوطی نے غزالی سے نقل کیا ہے: مقلد کے لئے چپ رہنا شرط ہے یعنی مقلد کو چاہئے کہ چپ رہے اور عزالدین ابن عبدالسلام سے نقل کیا ہے کہ مفتی کے لئے مجتہد ہونا شرط ہے۔ (الحاوی للفتاوی ۲/ ۱۱۶، اتمام النعمۃ فی اختصاص الاسلام بھذہ الامۃ)

سیوطی، غزالی اور ابن عبدالسلام کے ان اقوال سے ثابت ہوا کہ آلِ دیوبند میں کوئی ایک بھی مفتی موجود نہیں اور گھمن پارٹی والوں پر یہ ضروری ہے کہ چپ رہیں۔

۳: دوسری دلیل کے طور پر شبیر احمد صاحب نے حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ سے "**ھو الطھور ماؤہ**" والی حدیث کے بارے میں نقل کیا ہے کہ "**و أھل الحدیث لا یصححون مثل اسنادہ لکن الحدیث عندي صحیح لأن العلماء تلقوہ بالقبول**" (قافلۂ باطل ج ۵ ش ۴ ص ۱۹)

عرض ہے کہ حدیث مذکور کو درج ذیل اہلِ حدیث (محدثین کرام) نے صحیح قرار دیا ہے:

ترمذی (۶۹) ابن خزیمہ (۱۱۱) ابن حبان (الموارد: ۱۱۹) ابن الجارود (المنتقیٰ: ۴۳) بغوی (شرح السنۃ: ۲۸۱) نووی (شرح صحیح مسلم ۱۳/ ۸۶) ابن الملقن (البدر المنیر ۱/ ۳۴۸) اور بخاری وغیرہم رحمہم اللہ

بعض نامعلوم اہلِ حدیث کا حدیث مذکور کو صحیح قرار نہ دینا، امام بخاری وغیرہ جمہور محدثین کے مقابلے میں قابلِ سماعت نہیں ہے اور تلقی بالقبول کا مطلب یہ ہے کہ حافظ ابن عبدالبر کے زمانے میں تمام اہلِ حدیث: علمائے حق نے بالاتفاق اس حدیث کو قبول کرلیا تھا، لہٰذا یہ اجماع ہے اور اجماع شرعی حجت ہے۔

تلقی بالقبول سے آلِ دیوبند کی مراد کیا ہے؟ تمام علماء کا قبول کرنا یا بعض کا قبول کرنا اور دوسروں کا اسے رد کر دینا؟

اگر تمام علماء کا قبول مراد ہے تو یہ اجماع ہے اور اگر حالتِ اختلاف میں بعض علماء کا قبول کرلینا ہے تو یہ دوسروں پر کس طرح بطورِ حجت پیش کیا جاسکتا ہے؟!

شبیر احمد دیوبندی نے ابن ہمام حنفی اور ظفر احمد تھانوی دیوبندی کے اقوال پیش کئے

ہیں کہ "مجتہد اگر کسی حدیث سے استدلال کرے تو وہ اس کے نزدیک صحیح ہوتی ہے"

امام ابوحنیفہ سے قول مذکور قطعاً ثابت نہیں اور علمی میدان میں ابن ہمام اور تھانوی کے اقوال کی کوئی حیثیت نہیں، نیز حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ کا قول حافظ ابن الصلاح وغیرہ کے اقوال کے مقابلے میں مرجوح ہے۔ ابن الصلاح نے کہا: "و هكذا نقول :إن عمل العالم أو فتياه على وفق حديث ليس حكمًا منه بصحة ذلك الحديث" اور اسی طرح ہم کہتے ہیں: بے شک حدیث کے مطابق عالم کا عمل یا فتویٰ اس کی طرف سے اس حدیث کی تصحیح نہیں ہے۔ (علوم الحدیث مع التقیید والایضاح ص ۱۴۴، دوسرا نسخہ ص ۲۲۲)

امام شافعی (مجتہد) نے سورۃ الفاتحہ فی الجنازۃ کے ثبوت کے لئے "إبراهيم بن محمد الأسلمي عن عبد الله بن محمد بن عقيل عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه" کی مرفوع روایت سے استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے کتاب الام ج ۱ ص ۲۷۰)

کیا آلِ دیوبند اس مرفوع روایت کو مجتہد کے استدلال کی وجہ سے صحیح تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں؟! اگر نہیں تو پھر دوغلی پالیسی چھوڑ دیں اور صحیح احادیث پر بھی عمل کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

۴: شبیر احمد صاحب نے لکھا ہے کہ "اگر کسی روایت کے مضمون پر اجماع ہو جائے تو وہ روایت قوی بن جاتی ہے..." (قافلۂ باطل ج ۵ ص ۲۰)

عرض ہے کہ اجماع بذاتِ خود حجت ہے۔ (دیکھئے الحدیث حضرو: ۹۱)

کئی مسائل پر اجماع ہوا ہے اور آلِ دیوبند ان اجماعی مسائل کے مخالف ہیں مثلاً جرابوں پر مسح کرنے کے جواز پر صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کا اجماع ہے۔

(دیکھئے المغنی لابن قدامہ ۱/۱۸۱، مسئلہ: ۴۲۶)

کیا اب اس اجماع کی وجہ سے آلِ دیوبند امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی معنعن حدیثِ مغیرہ رضی اللہ عنہ (المسح على الجوربين) کو صحیح تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں؟!

ہم بار بار عرض کر رہے ہیں کہ دوغلی پالیسی چھوڑ دیں۔

۵: اجماع بذاتِ خود حجت ہے، لہٰذا ایک دینار چوبیس قیراط کا ہونا اجماع کی وجہ سے حجت ہے اور ضعیف روایت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

٦: ابن عبدالبر اور متاخرین میں سے شوکانی کے حوالے اجماع سے متعلقہ ہیں اور آلِ دیوبند کئی مسائل میں اجماع کے مخالف ہیں۔

(دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۲۰۴۔ ۲۰۷)

۷: شبیر احمد صاحب نے اپنے ''پیشوا'' **شوکانی** سے نقل کیا ہے کہ ''ابراہیم بن محمد شیخ الشافعی ہے جو کہ ضعیف ہے'' (ص ۲۱)

عرض ہے کہ یہ ابراہیم بن محمد وہی ہے جس کی روایت کو آصف احمد لاہوری دیوبندی گھمنی نے اپنے زعم باطل میں ''ترک رفع الیدین پر ۳۲۷ صحیح احادیث و آثار کا مجموعہ'' نامی میں بطورِ استدلال پیش کیا ہے۔ (ص ۱۷۳ احدیث نمبر ۲۵۲)

مدین والوں کی طرح ناپ **تول** کے علیحدہ علیحدہ پیمانے نہ رکھیں بلکہ اصول وحق کی ہمیشہ پابندی کریں اور دوغلی پالیسی چھوڑ دیں۔

۸: شبیر احمد نے امام ابوحنیفہ کے بارے میں بغیر کسی صحیح دلیل کے لکھا ہے: ''اور آپ کے امام واعلم ہونے پر اجماع اکثری ہے اور اس کو تلقی بالقبول حاصل ہے'' (ص ۲۲)

قربان جائیں ایسے اجماع کے جس سے امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم اور جمہور محدثین خارج ہیں بلکہ غزالی جیسے صوفی نے بھی لکھ دیا ہے کہ

''و أما أبو حنيفة فلم يكن مجتهدًا ... '' (المنخول ص ۵۸۱، الحدیث حضرو: ۹۰ ص ۳۰)

غزالی وغیرہ پر فتوے لگائیں اور بات آگے چلائیں۔!

۹: موفق بن احمد المکی کو کس محدث نے ثقہ کہا ہے؟ حوالہ پیش کریں اور اگر نہ کر سکیں تو کردری حنفی نے اس موفق کے بارے لکھا ہے: معتزلی، علی (رضی اللہ عنہ) کو تمام صحابہ پر فضیلت دینے کا قائل۔ (مناقب الکردری ج ۱ ص ۸۸)

محمد نافع (دیوبندی) نے ''مولوی'' عبدالعزیز دہلوی سے نقل کر کے موفق مکی (اخطب

خوارزم) کے بارے میں بطورِ خلاصہ لکھا ہے:

''اخطب خوارزم غالی زیدی شیعوں میں سے ہے... اہلسنّت کے محدثین اس بات پر اجماع رکھتے ہیں کہ اخطب زیدی مذکور کی سب روایات مجہول وضعیف لوگوں سے منقول ہیں اور اس کی بیشتر روایات معتبر لوگوں کے خلاف اور جعلی ہیں۔ اہلِ السنۃ کے فقہاء اس کی مرویات کے ساتھ ہرگز احتجاج واستدلال نہیں کرتے۔'' (حدیثِ ثقلین ص ۱۴۳)

محمد نافع نے مزید لکھا ہے: ''حافظ ابن تیمیہ اور شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ یہ بزرگ زیدی شیعہ خیال کے آدمی ہیں ان کی تحقیقات اور مرویات برائے اہلِ سنۃ قابلِ اعتماد نہیں.'' (حدیثِ ثقلین ص ۱۶۴)

اس حوالے سے ثابت ہوا کہ باطل قافلے والے اہلِ سنت نہیں بلکہ زیدی شیعہ نواز ہیں۔

تحقیقی مقالات (ج ۲ ص ۳۵۷، ۳۶۳) میں احمد بن محمد بن عمرو المروزی الفقیہ، ابراہیم بن علی الآمدی الفقیہ اور ابن بطہ الامام وغیرہ کے بارے میں ناقابلِ تردید حوالوں سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ جمہور محدثین کے نزدیک مجروح، مجہول اور گمراہ راوی کے بارے میں فقیہ اور امام وغیرہ کے کلمات توثیق نہیں ہوتے، ورنہ آلِ دیوبند یہ اعلان شائع کر دیں کہ ''جس راوی کے ساتھ فقیہ یا امام کا لفظ ہوگا، ہم اسے ثقہ وصحیح الحدیث ہی سمجھیں گے۔''!

فاتحہ خلف الامام کی بہت سی احادیث میں سے ایک حدیث امام محمد بن اسحاق بن یسار رحمہ اللہ نے روایت کی ہے اور آلِ دیوبند کو محمد بن اسحاق سے بہت چڑ ہے، جس کا کچھ نمونہ سرفراز خان صفدر کڑمنگی کی کتاب احسن الکلام میں دیکھا جا سکتا ہے۔

امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کو حافظ ذہبی، حافظ ابن کثیر، حافظ ابن العجمی اور علامہ علائی نے امام قرار دیا ہے۔ (دیکھئے تذکرۃ الحفاظ للذہبی ۱/ ۱۳۰، البدایہ والنہایہ لابن کثیر ۱/ ۳۸، ۲/ ۳۹۴، التبیین لاسماء المدلسین لابن العجمی ۱/ ۴۷ ت ۶۰، جامع التحصیل للعلائی ۱/ ۱۰۹، ۲۶۱، بحوالہ شاملہ)

کیا شبیر احمد صاحب اور گھسن پارٹی والے امام محمد بن اسحاق کو ثقہ تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں؟ دوغلی پالیسی چھوڑ دیں۔

١٠ : ابو محمد الحارثی کو کسی محدث یا امام نے ثقہ و صدوق نہیں کہا بلکہ جلیل القدر علماء نے اس پر شدید جرح کی ہے اور کذاب وغیرہ قرار دیا ہے۔

اس کی تفصیل میرے تحقیقی مضمون: ''ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری اور محدثین کی جرح'' میں ہے۔

١١ : سرائیکی محاورہ تو تب قابلِ سماعت ہو جب آلِ تقلید میں سے کوئی ''تُو رزن'' اٹھ کر تحقیقی مقالات کے مذکورہ بادلیل حوالوں کا جواب پیش کرے، ورنہ پھر ﴿ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ﴾ والی حالت آلِ دیوبند پر طاری ہے۔

١٢ : شبیر احمد صاحب نے لکھا ہے: ''امام اعظم ابو حنیفہؒ اور آپ کے متبعین کے نزدیک مجہول الحال کی روایت قبول کی جائے گی...'' (ص ٢٤)

اس کے مقابلے میں سرفراز خان صفدر دیوبندی گکھڑوی کڑمنگی نے لکھا ہے: ''یہ بالکل غلط ہے کہ امام ابو حنیفہؒ مستور کی روایت کو حجت سمجھتے ہیں۔ حافظ ابن ہمامؒ لکھتے ہیں کہ صحیح مسلک یہ ہے کہ مستور کی روایت فاسق کی طرح مردود ہوگی جب تک اس کی عدالت ثابت نہ ہو جائے اس کی حدیث حجت نہیں ہو سکتی...'' (احسن الکلام ج ٢ ص ١٠٥، دوسرا نسخہ ج ٢ ص ٩٥)

اب آلِ دیوبند باہم سر جوڑ کر بیٹھیں اور فیصلہ کریں کہ ان دونوں (شبیر و سرفراز) میں سے کون جھوٹا ہے؟!

تنبیہ: مجہول الحال اور مستور ایک ہی راوی کے دو القاب ہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فرمایا: ''اگر اس سے دو یا دو سے زائد نے روایت کی ہو اور اس کی توثیق نہ ہو تو وہ مجہول الحال ہے اور مستور ہے...'' (قطرات العطر شرح اردو شرح نخبۃ الفکر ص ٢٣٦، از نضا اوکاڑوی)

آخر میں شبیر احمد صاحب، الیاس گھمن صاحب اور آلِ دیوبند کی ''خدمات'' میں عرض ہے کہ وہ ہمت کریں اور قافلۂ باطل کی مذکورہ روایت کا صحیح یا حسن ہونا اصولِ حدیث، اسماء الرجال اور اصولِ محدثین سے ثابت کر دیں اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو علانیہ توبہ کریں۔ غلط بات سے توبہ کرنے میں آخر حرج ہی کیا ہے؟!

یاد رہے کہ مخالف کے اصل دلائل کا جواب نہ دینا اور اِدھر اُدھر کی باتیں لکھ دینا جواب نہیں کہلاتا بلکہ شکست فاش ہوتا ہے۔ (۱۱/نومبر ۲۰۱۱ء)

ایک تازہ تحریف

یہ سچ ہے کہ جب تک روئے زمین پر ابلیس اور اس کے چیلے موجود ہیں، کذب و افتراء اور کفر و شرک کے ساتھ جرائم اور وضعِ حدیث کا شیطانی کاروبار جاری رہے گا۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ دیوبندی ''مفتی'' محمد رضوان نے ایک کتاب لکھی ہے:
''وتر کی نماز کے فضائل و احکام''

اس کتاب میں اس رضوان صاحب نے لکھا ہے:

''اور ابنِ ابی الدنیا، حضرت شجاع بن مخلد سے اور وہ حضرت ہشیم سے اور وہ حضرت یونس بن عبید سے اور وہ حضرت حسن سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ:

كَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً ، وَ الْوِتْرِ ثَلَاثًا (فضائل رمضان لابنِ ابی الدنیا، حدیث نمبر ۴۸، دار السلف، الریاض۔ السعودیہ)

ترجمہ: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں) رمضان کے مہینہ میں لوگ بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اس روایت کے تمام راوی انتہائی اعلیٰ درجہ کے معتبر اور ثقہ راوی ہیں...'' (وتر کی نماز ص ۱۲۰۔۱۲۱)

عرض ہے کہ ابن ابی الدنیا کی کتاب فضائل شہر رمضان میں یہ روایت دوسرے متن اور ''عشرين ليلة '' بیس راتیں، کے الفاظ سے ہے اور بیس رکعتوں کے الفاظ سے نہیں، لہٰذا رضوان صاحب نے جھوٹ بولا ہے اور حدیث میں تحریف بھی کی ہے۔

دیکھئے فضائل شہر رمضان لابن ابی الدنیا (ص ۳۷ ح ۴۸)

۱: مطبوعہ: دار السلف للنشر والتوزیع، تحقیق: عبداللہ بن حمد المنصور (ص ۸۷ ح ۴۸)

۲: مطبوعہ: المکتبۃ العصریہ صیدا بیروت (۱۲/نومبر ۲۰۱۱ء)

سرفراز خان صفدر کے دفاع میں ناکامی

سرفراز خان صفدر دیوبندی کڑمنگی گکھڑوی نے ''مقامِ ابی حنیفہ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس میں ابن عطیہ الحمانی وغیرہ کذابین سے چن چن کر موضوع، باطل اور مردود روایات لکھیں۔

تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو (۲۷ ص ۱۰ تا ۲۴)

اب بہت عرصے بعد کسی احسن خدامی (؟) نے ''فراست مومن ...اور ..علی زئی تنقید'' کے نام سے ایک مضمون لکھا ہے، لیکن کسی ایک سرفرازی روایت موضوعہ و مردودہ کا صحیح یا حسن ہونا ثابت نہیں کیا۔ (دیکھئے مجلّہ صفدر گجرات شمارہ ۸ ص ۴۱ تا ۴۴)

احسن خدامی نے عمار ناصر (غامدی دیوبندی) کے رسالے ''الشریعہ'' سے سرفراز خان کڑمنگی کا قول نقل کیا ہے:

''اور وہ اسی کتاب سے چند کمزور حوالے نقل کر کے ساری دنیا میں تشہیر کریں گے...''

(مجلّہ صفدر ص ۴۱، اکتوبر ۲۰۱۱ء)

اس حوالے میں سرفراز خان صفدر اور احسن خدامی دونوں نے تسلیم کرلیا ہے کہ ''مقامِ ابی حنیفہ'' نام والی کتاب میں ''چند کمزور حوالے'' موجود ہیں۔

عرض ہے کہ یہ ''چند کمزور حوالے'' نہیں بلکہ بہت زیادہ موضوع، من گھڑت اور جھوٹے حوالے اور مردود روایات ہیں، جن میں سے دس حوالے بطورِ نمونہ ماہنامہ الحدیث میں پیش کئے گئے اور ان کا اسماء الرجال و اصولِ حدیث کی رُو سے مدلل رد بھی لکھا گیا، جس کے جواب الجواب سے تمام آلِ دیوبند عاجز و ساکت ہیں۔

احسن خدامی صاحب اور آلِ دیوبند ہمت کریں اور اس تحقیقی مضمون کا مکمل جواب لکھیں، ورنہ کذب و افتراء اور تلبیسات تو آلِ دیوبند کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

(۱۲/ نومبر ۲۰۱۱ء)

حافظ زبیر علی زئی

شبیر احمد میرٹھی دیوبندی اور انکارِ حدیث

مشہور منکرِ حدیث شبیر احمد ازہر میرٹھی ہندوستانی جس نے صحیح بخاری پر مجرمانہ حملے کرتے ہوئے ''صحیح بخاری کا مطالعہ: بخاری کی کچھ کمزور احادیث کی تحقیق وتنقید'' کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس کا جواب حافظ ابو یحییٰ محمد اعجاز بن نذیر احمد نور پوری حفظہ اللہ نے ''صحیح بخاری کا مطالعہ اور فتنۂ انکارِ حدیث'' (حصہ اول) کے نام سے لکھا جو کہ مطبوع ہے۔ اس میرٹھی نے خروجِ دجال، ظہورِ مہدی اور نزولِ مسیح (قیامت سے پہلے سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے آسمان سے زمین پر نازل ہونے) کے انکار پر ''احادیث دجال کا تحقیقی مطالعہ'' کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی ہے۔ یہ شخص (شبیر احمد میرٹھی) دیوبندی تھا، جیسا کہ سرفراز خان صفدر کے بیٹے زاہد الراشدی اور پوتے محمد عمار خان ناصر (الغامدی) کے ماہوار رسالے الشریعہ میں لکھا ہوا ہے: ''...اور دیوبند سے دورۂ حدیث کیا۔ وہاں خاص اساتذہ میں شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہویؒ، مولانا فخر الحسنؒ اور حضرت مدنیؒ تھے۔'' (ج ۲۲ شمارہ ۱۱ ص ۲۷، نومبر ۲۰۱۱ء)

شبیر احمد میرٹھی (۱۹۲۳ء تا ۲۰۰۵ء) کے بیٹے ''ڈاکٹر'' غطریف شہباز ندوی (منکرِ حدیث) نے اپنے باپ کے حالات پر ایک مفصل مضمون لکھا ہے، جو کہ الشریعہ (گوجرانوالہ) کے مذکورہ شمارے میں (صفحہ ۲۶ تا ۳۴) مطبوع ہے۔

ثابت ہوا کہ انکارِ حدیث اور بنیادی و اجماعی اسلامی عقائد میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کے ڈانڈے دیوبندیت اور آلِ دیوبند سے ملے ہوئے ہیں۔ غطریف ندوی نے اجماع کا مذاق اڑاتے ہوئے اور اپنے منکرِ حدیث باپ کا دفاع کرتے ہوئے اہلِ حدیث علماء کو: ''بعض علمی طور پر کوتاہ قد اور متعصب... ایسے ہی کم ظرفوں اور کم علموں...'' لکھا ہے۔ (الشریعہ نومبر ۲۰۱۱ء، ص ۳۰)

شبیر احمد میرٹھی نے صحیح مسلم کی احادیث کو ضعیف و مردود ثابت کرنے کے لئے ''صحیح مسلم کا تحقیقی مطالعہ'' کے نام سے ایک ناقص کتاب لکھی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی تکمیل کا موقع نہیں دیا۔ (کتاب کے حوالے کے لئے دیکھئے الشریعہ ص ۲۸)

تنبیہ: یہ مضمون ان اہلِ حدیث علماء و عوام کے لئے لکھا گیا ہے جو دیوبندیت اور آلِ دیوبند کی اصلیت سے ناواقف ہیں۔ (۱۶/ نومبر ۲۰۱۱ء)

خیر القرون اور رفع یدین کا مسلسل عمل

امام ابوطاہر محمد بن عبدالرحمٰن المخلص رحمہ اللہ (متوفی ۳۹۲ھ) نے فرمایا:

" حدثنا عبد اللّٰه: حدثنا أحمد بن سعيد (بن) صخر: حدثنا علي بن الحسن بن شقيق : أخبرنا أبو حمزة : حدثنا سليمان الشيباني قال: رأيت سالمًا يرفع يديه إذا افتتح الصلٰوة و إذا ركع و إذا رفع رأسه من الركوع فسألته فقال :رأيت ابن عمر يفعله ، فسألته فقال :
كان رسول اللّٰه ﷺ يفعله."

سلیمان الشیبانی (ثقہ راوی) سے روایت ہے کہ میں نے سالم (بن عبداللہ بن عمر) کو دیکھا: آپ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اُٹھا کر رفع یدین کرتے تھے۔ پس میں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: میں نے (اپنے والد) ابن عمر (رضی اللہ عنہ) کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا، پس میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اسی طرح کرتے تھے۔ (المخلصیات ج ۳ ص ۳۱۴ ح ۲۵۹۶ وسندہ صحیح)

اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ حدیث امام محمد بن اسحاق السراج رحمہ اللہ کی کتاب: حدیث السراج میں بھی موجود ہے۔ (ج ۲ ص ۳۴۔۳۵ ح ۱۱۵)

تنبیہ: روایتِ مذکورہ میں عبداللہ سے مراد امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن زیاد النیسابوری ہیں۔ (دیکھئے المخلصیات ج ۳ ص ۳۰۴ ح ۲۵۷)

فائدہ: اس صحیح حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ نماز میں تینوں مقامات پر رفع یدین رسول اللہ ﷺ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور امام سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ سے ثابت ہے یعنی رفع یدین پر دورِ نبوت، دورِ صحابہ اور دورِ تابعین میں مسلسل عمل رہا ہے، لہٰذا اسے منسوخ یا متروک قرار دینا غلط ہے۔ (۸/ اکتوبر ۲۰۱۱ء، سرگودھا)

Monthly **AlHadith** Hazro

ہمارا عزم

- قرآن وحدیث اور اجماع کی برتری
- سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
- صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت
- صحیح وحسن روایات سے استدلال اور ضعیف ومردود روایات سے کلی اجتناب
- اتباع کتاب وسنت کی طرف والہانہ دعوت
- علمی، تحقیقی ومعلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان
- مخالفین کتاب وسنت اور اہل باطل پر علم و متانت کے ساتھ بہترین وبادلائل رد
- اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
- دینِ اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع
- قرآن وحدیث کے ذریعے اتحادِ امت کی طرف دعوت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ "الحدیث" حضرو کا بغور مطالعہ کر کے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہر مخلصانہ اور مفید مشورے کا قدر وتشکر کی نظر سے خیر مقدم کیا جائے گا۔